حیات معصومین(ع) / ۱۳

امام حسن عسکری علیہ السلام

حیات معصومین (ع) ۱۳

امام حسن عسکری علیہ السلام

نام کتاب :- امام حسن عسکری علیہ السلام

مترجم :- سید امتیاز حیدر رضوی

ناشر :- سازمان فرہنگ و ارتباطات اسلامی (شعبۂ ترجمہ و اشاعت)

سال طبع : شوال المکرم ۱۴۱۸ھ ہجری

ISBN 964-472-118-7

فہرست

عرض ناشر

حضرت رسول اکرمؐ اور ائمۂ معصومین علیہم السلام کی پاکیزہ حیات ہر عہد و عصر کے انسانوں کے لئے بہترین سر مشق اور نمونہ حیات ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جسکی حکایت قرآن کریم بھی کرتا ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (احزاب/۲۱) پیغمبر اکرمؐ اور ائمۂ معصومینؑ کے علاوہ قرآن حکیم، حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کی طیّب و طاہر حیات کو بھی بنی نوع انسان کے لئے نمونۂ عمل قرار دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم و الذین معہ"

در حقیقت ایک مکتب فکر اس وقت تک محکم و پائیدار نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے دل میں اپنی جگہ نہیں بنا سکتا، اگر اس میں کوئی آئیڈیل یا نمونۂ عمل نہ ہو۔ اس روشن حقیقت سے نہ صرف دینی مکاتب فکر آگاہ ہیں بلکہ اس کی اہمیت سے بے دین اور الحادی مکاتب فکر بھی نہ صرف آشنا ہیں بلکہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور نسلوں و قوموں کو انہی ہتھکنڈوں سے

گمراہ کرتے ہیں اور آج الحادی دنیا اس روش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ثقافتی و تہذیبی شبخون کے ذریعہ قوموں ، تہذیبوں اور جوان نسلوں کو تباہ و برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

ہم جو کہ مسلمان ہیں اور قرآن کریم کے دستور پر عمل کرتے ہیں اور قرآن ہمیں "لقد کان لکم فی رسول للہ اسوۃ حسنۃ" کے ذریعہ انسانیت بلکہ پوری خلقت کے بہترین نمونوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے . اور ان کی زندگیوں کو اپنے لئے نمونہ حیات بنانے کی تاکید کرتا ہے . اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ حضرت آدمؑ سے صبح قیامت تک مردوں کی صنف میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام اور عورتوں کی صنف میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جیسی شخصیتوں کی کوئی مثال نہیں . تو ہمیں چاہیے کہ ان ذوات مقدسہؑ کی زندگیوں سے آگاہی حاصل کریں اور ان کے کردار سے خود کو مزین کریں.

زیر نظر کتاب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک مختصر اور مفید خاکہ ہے . امید ہے کہ اہل ایمان اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت کو روشن و تابناک بنا لیں گے۔

والسلام

مقدمہ

خانہ نبوت ، سرچشمۂ رسالت ، فرشتوں کی رفت و آمد کی منزل ، نزول وحی کا مرکز اور نور ہدایت کی جلوہ گاہ ، اسی لائق تھا اور ہے کہ اس کی آغوش میں عالم انسانیت کی عظیم و بے مثال شخصیتیں پرورش پائیں اور اپنے درخشاں کردار اور عمل سے انسانی معاشرہ کی راہنمائی کریں.

دنیا کا یہ بظاہر حقیر اور درحقیقت بلند مرتبت اور والا مقام گھر ، جس کے ایمان و یقین کے انوار بکھرے اور جس کی حکمت کی خوشبو سے مشام انسانی معطر ہوا اور جس کے خالص الٰہی افکار انسانی طبیعت کو جاوداں کر گئے ، اگر صفحۂ ہستی پر وجود نہ پاتا تو ظلم و ظلمت ، تاریکی و جہالت ، بدکرداری اور بربریت کے خلاف جد و جہد اور جہاد کے لیے انسانوں کے پاس کوئی اسوہ و نمونہ موجود نہ ہوتا.

یہ گھر وہ گھر ہے کہ جس کی مخالفت سراسر خدا اور اسلام کی مخالفت ہے اور جس نے ان کے اوپر نظریں اٹھائیں خدا نے اسے ذلیل کر دیا.

یہ وہ گھر ہے جس کی طہارت و پاکیزگی اور نجابت و شائستگی کی ضمانت خود خدا نے اپنے ذمہ لی ہے۔ رسول اکرمؐ نے اس گھر کی بنیادیں مستحکم کی ہیں اور اسی سے اسلام اور انسانی کمالات کی کرنیں پھوٹ کر سارے عالم کو منور کر رہی ہیں۔

اگر چہ یہ حضراتؑ، ہماری ہی طرح کھاتے پیتے اور زندگی بسر کرتے تھے لیکن یہ ہر زمانہ اور ہر عصر کے لئے کردار و عمل، ایمان و یقین، اخلاص و بندگی، دیانت و درایت، امانت و سخاوت، شجاعت و شہادت کے بے مثال نمونہ بن گئے۔ یہی اولیائے خدا اور دنیا میں اس کے منتخب بندے ہیں۔ علم الٰہی میں یہ بات آچکی تھی کہ یہ حضراتؑ ایسے ہوں گے اسی لئے اس نے انھیں اسلام کے رہبر اور حافظان دین کی حیثیت سے منتخب فرمایا۔

حضرت امام محمد باقرؑ اسی پاکیزہ اور نورانی سلسلہ کی ایک فرد ہیں۔ آپؑ کی ذات عالم اسلام کی وہ عظیم علمی ذات ہے جس نے قرآن کے حقائق پہلی بار اس واضح انداز میں بیان کیے اور علوم کی پرتوں کو کھولا، اسی لئے آپؑ کا لقب "باقر العلوم" قرار پایا۔ائمۂ معصومینؑ میں یہ وہ منفرد شخصیت ہے جسے حضرت رسول اکرمؐ نے اپنے عظیم المرتبت صحابی جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے سلام کہلایا تھا۔

خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق کرامت فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راہ حیات

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسناً

اے رسولؐ، کہہ دیجئے۔ میں تم سے کار رسالت کے لیے اس کے سوا کوئی اجر نہیں چاہتا کہ تم میری آلؑ سے محبت کرو اور جو بھی نیک کام انجام دے گا ہم اسکی نیکی میں اضافہ کردیں گے (شوریٰ/۲۳)۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً (احزاب/۳۳)

(اے اہل بیت رسولؐ) اللہ نے بس ارادہ کر لیا ہے کہ تمکو ہر طرح کی نجاست سے دور رکھے (اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا) پاک و پاکیزہ رکھے۔

ترمذی جو کہ ایک بزرگ اہل سنت راوی ہیں، زید بن ارقم سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا "انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی، کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی و لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما" میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں

چھوڑے جارہا ہوں (کتاب خدا اور اپنی عترت) تم جب تک ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور (کتاب و آلؑ) ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔ دیکھو، ان دونوں کے ساتھ میرے بعد کیا کرتے ہو؟

دیلمی حضرت علی بن ابی طالبؑ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا "ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال .حب نبیکم و حب اھل بیتہ و علی قرائۃ القرآن فان حملۃ القرآن فی ظل اللہ یوم لا ظل الا ظلہ مع انبیائہ و اصفیائہ" (احیاء المیت مؤلفہ جلال الدین سیوطی حدیث نمبر۴۷)۔

اپنے بچوں میں تین خصلت پیدا کرو ۱۔ اپنے نبیؐ کی محبت ۲۔ اہل بیتؑ کی محبت ۳۔ قرائت قرآن ۔ بیشک حاملین قرآن (جس روز سوائے سایۂ خدا کے کوئی سایہ نہ ہوگا) انبیاءؑ و خدا کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ لطف الہی کے سایہ میں ہوں گے۔

طبرانی، خلیفہ دوم سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا "کل نبی انثی فان عصبتھم لابیھم ما خلا ولد فاطمہ فانی عصبتھم فانا ابوھم" (احیاء المیت مؤلفہ جلال الدین سیوطی حدیث نمبر۲۹)۔

ہر لڑکی کے بچوں کی نسبت بچوں کے باپ کی طرف دی جاتی ہے۔ سوائے اولاد فاطمہؑ کے، کہ انکی نسبت میری طرف ہے اور میں ان کا باپ ہوں۔

اسی طرح ترمذی و مسلم و نسائی زید بن ارقم سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا "اذکر کم اللہ فی اھل بیتی" (احیاء المیت مؤلفہ جلال الدین سیوطی حدیث نمبر ۱)۔ میں تمکو اپنے اہل بیتؑ کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔

پیغمبر گرامیؐ نے دوسری جگہ فرمایا "مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکب فیھا نجی و من تخلف عنھا غرق" (احیاء المیت مؤلفہ جلال الدین سیوطی حدیث نمبر ۲۵)۔

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو بھی اس میں سوار ہوگا وہ نجات پائیگا اور جو اس سے جدا ہوگا وہ غرق ہوگا اور ہلاک ہو جائے گا۔

کہکشانوں کے لامتناہی سمندر یعنی وحی الہی پر مبنی قرآن کریم کی بے شمار آیتوں نے ان بزرگوں کا تعارف کرایا اور ان کے فضائل بیان کئے ہیں اور ان عزیزوں کو اہل بیتؑ اور ذوی القربیٰ ،کے جاودانی نام نے ایسے جلوہ سے سرفراز کیا ہے کہ وہ تاریخ اسلام میں نمایاں رہے اور فضــای عالم کو اپنے نور سے منور کرتے رہے۔

جو "محمدؐ" سے محبت کرتا ہے اسکی زبان میں اہل بیتؑ ترانۂ عشق میں، نغمۂ محبت ہیں، دین اور خدا کے لئے حلقۂ اتصال ہیں، قرآن اور رسولؐ کے بعد معرفت و آگاہی کا مرکز ہیں گر چہ اہل بیتؑ کے متعلق پیغمبر اکرمؐ کی وصیت پر عموماً مسلمانوں نے عمل کیا لیکن ایک گروہ نے اس امانت کا انکار کیا ان کے ساتھ بدسلوکی کی اور انکی دشمنی پر اتر آئے اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ

لوگ اپنے منافع اور حصول دنیا میں اہل بیتؑ سے ہراساں تھے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ اہل بیتؑ کے متعلق پیغمبر اسلامؐ کی تاکید عطوفت و اہل کنبہ ہونے کی بنیاد پر نہ تھی بلکہ اس کے پیچھے صرف ایک پہلو تھا اور وہ تھا عقیدہ و مکتب اسلام۔ اور چونکہ آنحضرتؐ عقیدہ و مکتب کے پیغامبر اور رسالت الہی کے مبلغ تھے اور مکتب رسالت عقیدہ و مکتب اور اعلی انسانی اقدار کی بنیاد پر افراد کے آپسی رشتہ کی تاکید کرتا ہے۔

اور اسی مفہوم کو قرآن کریم بھی بیان کرتا ہے "فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یو مئذو لا یتسائلو ن" (مومنون/۱۰۱)۔

جب (روز قیامت) صور پھونکا جائیگا تو افراد کے خاندانی روابط ختم ہو جائیں گے اور افراد سے قرابت و رشتہ کے متعلق سوال نہ ہوگا۔

یہی وجہ تھی کہ پیغمبرؐ نے اپنے چچا ابولہب سے علیحدگی اختیار کر لی کیونکہ وہ کفر و شرک و گمراہی کی صف میں تھا اور دین و رسالت الہی کا منکر تھا۔ لہذا جہاں قرآن "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا"، کو بیان کرتا ہے۔ وہیں "تبت یدا ابی لھب" (ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں) کے ذریعہ اپنی دائمی لعنت کا اعلان کرتا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ سے سوال کیا گیا خدا نے کن لوگوں کو دوست رکھنے کا حکم دیا ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ (الفصول المہمہ فی احوال الائمہ/ص ۲۷ از ابن صباغ مالکی)

لہذا واضح ہو جاتا ہے کہ آل محمدؐ سے محبت اور ان سے ارتباط کے متعلق رسول اسلامؐ کی تاکید کا مقصد یہ تھا کہ ان ذواتؑ کو امت کے درمیان بطو محور اور قیامت تک کی طویل راہ حیات کیلئے نا خدا قرار دیں

"النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لامتی" (ذخائر العقبیٰ/ص ۱۷ از طبری۔ فرائد السمطین/ج ۲ ص ۲۴۱ از حموینی۔ مجمع الزوائد/ج ۹ ص ۱۷۴ از ہیثمی)۔

ستارے اہل آسمان کی امان کا ذریعہ ہیں اور ہمارے اہل بیتؑ میری امت کی امان کا ذریعہ ہیں۔

"وجعل فینا اهل البیت نظاماً للملة" جو چیز ملت کے درمیان نظم کا باعث ہے خدا نے اسے ہم اہل بیتؑ میں قرار دیا ہے۔

ہمارے لئے تاریخ اسلام نے خاندان رسالت اور خصوصاً ائمہؑ (جو جناب فاطمہؑ کے فرزند ہیں) ان کے موثر کردار کو واضح لفظوں میں بیان کیا ہے۔ یہ حضراتؑ مکتب و شریعت کی حفاظت میں چاہے، فکری شناخت کا مرحلہ ہو یا مسلمان عوام کے درمیان جہاد اور سیاسی جد و جہد کے فروغ یا علم اور احساس کو بیدار کرنے کا مرحلہ ہو ہمیشہ پیش قدم رہے ہیں اور امر بالمعروف و نہی از منکر کی راہ میں مشکلات پر تحمل کے علاوہ دشمنوں کی انحرافی و تباہ کن سازشوں کے مقابلہ میں ہمیشہ سب سے آگے رہے ہیں۔

اس لحاظ سے اہل بیت پیغمبر اکرمؐ یعنی ائمہؑ اور ان کے بہترین فرزندوں کی شناخت و معرفت ہر مسلمان نسل کے لئے لازم و ضروری ہے۔ تا

کہ سبھی مسلمان متحد ہو سکیں انمیں اسلامی بصیرت اور گہری ہو جائے اسی کے ساتھ اہل بیتؑ کے مکتب ان کی سیاسی و اجتماعی روش سے باخبر ہوں اور اخلاق و عبادت میں ان کی پیروی کریں۔

حضرت امام حسن عسکریؑ جو کہ شجرۂ طیبہ کی ایک شاخ اور عظمت اہل بیتؑ کی ایک کڑی ہیں ہم آپ کی عظیم شخصیت اور اہم کردار کے متعلق اس کتاب میں ذکر کریں گے

امام حسن عسکریؑ امام ہادیؑ کے فرزند ہیں آپ کا نسب حضرت فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے فرزند امام حسینؑ کے فرزند تک پہنچتا ہے۔ یہ ایک ایسی علوی کڑی ہے جسکی برکت سے دنیائے اسلام نے معرفت و ہدایت و جہاد کے مرحلہ میں بصیرت حاصل کی، اور سیرت و تاریخ و رجال کی کتابیں ان ذوات مقدسہ کی عظیم شخصیت کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں موجود ہیں جن میں ائمہؑ کے جاودانی آثار، نیک اعمال، اصلاحی کردار، سیاسی و سماجی مسائل مذکور ہیں اور تاریخ کے مختلف ادوار میں اسلامی معاشرہ کو صحیح راہ پر لگانے کا تذکرہ موجود ہے۔

ولادت امام حسن عسکریؑ

امام علی نقی ہادیؑ نے ۲۵۴ھ ہجری میں شہادت پائی آپ کے چار بیٹے (امام حسن عسکری، محمد، حسین، جعفر) اور ایک بیٹی تھی (ارشاد شیخ مفید / ص ۳۳۴)۔

حضرت امام حسن عسکریؑ نے مدینہ منورہ میں ولادت پائی جو کہ محل نزول ملائکہ تنزل وحی الٰہی، اور مکتب خاندان رسالت ہے۔ آپؑ کی ولادت ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری میں ہوئی (ارشاد مفید / ص ۳۳۵)۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بعض نے "حدیث" بعض نے "سوسن" اور بعض کتب سیرت نے "سلیل" لکھا ہے

امام یازدہم کا نام عسکری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؑ اور آپ کے پدر بزرگوار امام ہادیؑ سامراء کے محلہ عسکر (لشکر) میں رہتے تھے۔ مرحوم شیخ صدوق کہتے ہیں ہم نے اپنے اساتیدؒ سے سنا ہے وہ کہتے تھے، سامراء کے جس محلہ میں یہ دونوں امام ساکن تھے اسکو عسکر کہا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے ان دونوں اماموںؑ کو عسکری کہتے ہیں (بحارالانوار / ج ۵۰ ص ۲۳۵)۔

امام حسن عسکریؑ اور آپ کے جدو پدر اپنے دور میں ابن الرضا (یعنی فرزند امام رضاؑ) کے نام سے جانے جاتے تھے۔ چونکہ مامون عباسی کے دور میں علی بن موسیٰ الرضاؑ کو مقام ولایت و امامت کے علاوہ سیاسی شہرت بھی حاصل تھی۔ اور اسکی وجہ بھی یہ ہے کہ مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد منتخب کر لیا تھا۔ تا کہ اس کے بعد خلافت و حکومت اپنے حقیقی و شرعی وارث (یعنی خاندان علی بن ابی طالبؑ) کی طرف منتقل ہو جائے۔ جیسا کہ مامون نے بنی عباس سے اس مطلب کو صراحت کے ساتھ بیان بھی کیا۔

امام حسن عسکریؑ نے اپنے پدر بزگوارؑ کے زیر سایہ پرورش پائی۔ آپ کے والد علم و زہد و تقویٰ اور جد و جہد میں معروف تھے لہٰذا آنحضرتؑ نے اخلاقی فضائل علم و دانش و تقویٰ و روح ایمان کے ساتھ اہل بیتؑ کے صفات و کمالات کو بھی آپ سے حاصل کیا۔

امام حسن عسکریؑ نے ۲۳ سال اور چندماہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ گزارے اور اس مدت میں علوم آل محمدؐ اور میراث امامت آپؑ سے حاصل فرمائی۔

اس لحاظ سے اپنے جد کی امت کے درمیان آپ علم و جہاد اور نیکی کی طرف دعوت دینے میں اپنے اجدادؑ سے مختلف نہ تھے

والد ماجدؑ کی جانشینی

جو بھی تاریخ اسلام کا تجزیہ کرے اور امت مسلمہ کے وقائع اور حوادث کو غور و تدبر کی نگاہ سے دیکھے اسے علم ہو جائیگا کہ مسئلۂ امامت اہل بیتؑ میں ہی ظاہر ہوا اور نسل علی بن ابی طالبؑ میں قرار پایا اور نسل امامت بطن فاطمہ زہراءؑ بنت رسول اللہؐ سے چلی ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ امت اسلامی کے درمیان امامت ایک واضح تاریخی حقیقت کی حیثیت سے زندگی کے ہر میدان میں چاہے وہ فکری ہو یا اعتقادی، سیاسی ہو یا پھر اسلامی علوم و معارف پر مشتمل اپنا کردار ادا کرتی رہی ہے اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی رہی ہے ساتھ ہی اسلامی سماج کو علم و اخلاق، ادب اور سیاسی سوجھ بوجھ کے مختلف مراحل میں غنی و بے نیاز کرتی رہی ہے۔ اور اس امت کی ترقی کی راہ میں اور اس کو جاوداں و مستقل بنانے میں کوشاں رہی ہے۔

ان ائمہؑ کی امامت اہل بیتؑ کے پھلدار درخت سے وجود میں آئی اور

اس سے بارہ تناور شاخیں ظاہر ہوئیں ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں امام حسنؑ، امام حسینؑ (نواسہ رسولؐ اور فرزند فاطمہ بنت رسول اللہؐ) علی ابن الحسینؑ یعنی زین العابدینؑ، محمد بن علی یعنی امام باقرؑ، جعفر بن محمد یعنی امام جعفر صادقؑ، موسی بن جعفر آپ کا لقب کاظم ہے، علی بن موسیٰؑ، آپ کا لقب رضا ہے، محمد بن علی آپ کو جواد کہتے ہیں، علی بن محمدؑ، آپ بنام ہادی مشہور ہیں حسن بن علیؑ، آپ کا نام عسکری ہے اور آپ کے فرزند کا نام ''ح م د'' بن الحسنؑ ہے جنکو مہدی(عج) کہا جاتا ہے

آپؑ سبھی پر خدا کی رحمت ہو ائمہ اہل بیتؑ اور آپؑ کی پیروی کرنے والے اس کے پابند تھے اور ان کے لیے امامت نص اور اصل کی صورت میں باقی رہی

ہر امام اپنے ما قبل امام کے ذریعہ منصوب ہوتا ہے لذا امام حسن عسکریؑ کی امامت کے لیے بھی بہت سی نصوص و روایتیں موجود ہیں . اور ان تمام روایات کا مضمون اس بات کی حکایت کرتا ہے کہ آنحضرت کی امامت آپ کے والد بزگوار امام ہادیؑ کے زمانہ میں ہی آشکار ہوگئی تھی

ہم اس جگہ کچھ ان روایتوں کو بیان کریں گے جنھیں شیخ مفیدؒ نے نقل کیا ہے،

ا ـ عن یحیی بن یسار العنبری ، قال ، اوصی ابو الحسن علی بن محمد الی ابنه الحسن علیهما السلام قبل مضیه باربعة اشهر و اشار الیه بالامر من بعده و اشهدنی

علیٰ ذلک و جماعۃ من الموالی (ارشاد مفید/ص ۳۳۵)۔

عنبری کہتے ہیں امام ہادیؑ نے اپنی رحلت سے چار ماہ قبل اپنی وصیت میں امام حسن عسکریؑ کی جانشین کے متعلق اشارہ کردیا تھا اور میرے ساتھ اپنے چاہنے والوں کے ایک گروہ کو اس امر پر گواہ بنایا تھا۔

۲۔ عن علی بن عمرو النوفلی، قال: کنت مع ابی الحسن علیہ السلام فی صحن دارہ فمرّ بنا محمد ابنہ فقلت لہ، جعلت فداک ھذا صاحبنا بعدک فقالؑ: لا صاحبکم من بعدی الحسن (ارشاد مفید ۳۳۵)۔

علی بن عمرو نوفلی کہتے ہیں: میں امام ہادیؑ کے گھر آپ کے حضور میں تھا۔ اتنے میں آپ کے فرزند محمد ہمارے پاس سے گذرے۔ ہم نے امام سے کہا میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے بعد کیا یہ صاحبزادے ہمارے امام ہیں؟ امامؑ نے جواب دیا نہیں! تمہارے امام حسن ہیں۔

۳۔ عن ابی بکر الفھفکی قال: کتب الیّ ابو الحسنؑ ابو محمد ابنی اصح آل محمدؑ غریزہ، و اوثقھم حجۃ و ھو الاکبر من ولدی و ھو الخلف و الیہ تنتھی عری الامامۃ و احکامنا، فما کنت سائلی عنہ فاسئلہ عنہ فعندہ ما تحتاج الیہ (ارشاد مفید/ص ۳۳۷)۔

فہفکی کہتے ہیں امام ہادیؑ نے ہمیں اس طرح تحریر فرمایا میرے فرزند ابو محمد (یعنی امام حسن عسکریؑ) آل محمدؐ کی سب سے مطمئن حجت اور صحیح ترین سرشت کے حامل ہیں وہ میرے سب سے بڑے فرزند اور جانشین ہیں

اور ہمارا سلسلہ امامت و احکام انھیں کو حاصل ہے لذا جو مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو ان سے پوچھو اور جسکی تمکو ضرورت ہے وہ ان کے پاس موجود ہے

۴۔ عن علی بن مہزیار، قال، قلت لابی الحسن ان کان کون و اعوذ باللہ فا لیٰ من؟ قال عهدی الی الاکبر من ولدی یعنی الحسن (ارشاد مفید، ص ۳۳۶)۔

علی بن مہزیار کہتے ہیں ہم نے امام ہادیؑ سے کہا خدا نخواستہ کوئی وقت پڑا تو ہم کس کی طرف رجوع کریں، امام نے فرمایا میرے جانشین میرے بڑے فرزند یعنی امام حسن عسکری ہیں۔

اس طرح مسلمانوں نے امام حسن عسکریؑ کی امامت کو پچانا اور امام علی نقیؑ کے اصحاب خاص کے ذریعہ اس حقیقت سے واقف ہوئے کہ امام ہادیؑ کے بعد امام حسن عسکریؑ ،امام ہیں۔

لذا لوگوں نے انکی طرف رجوع کر لیا اور آپ کی امامت کو تسلیم کر لیا تا کہ اس حدیث شریف پر عمل ہونے کے ساتھ علم و تقویٰ و جہاد اور اچھے اخلاق میں آنحضرتؐ کی برتری کو بھی تسلیم کیا جائے۔

امام حسن عسکریؑ نے اپنے والد بزرگوار امام ہادیؑ کے بعد تقریباً ۶ سال تک امامت کی ذمہ داری سنبھالی اور اس مدت میں علمی و سیاسی قیادت کا بار اسی طرح اٹھایا جس طرح آپؑ کے اجداد امجادؑ نے بطور احسن نبھایا تھا۔

امام حسن عسکریؑ کی سماجی شخصیت

مسلمانوں کے درمیان کون ہے جو اہل بیتؑ کے مقام اور انکی منزلت سے واقف نہ ہو لذا جو کچھ قرآن و سنت میں اہل بیتؑ کی تعظیم کیلئے عوام میں شوق پیدا کرتا ہے وہ مسلمانوں کو اس بات پر بھی آمادہ کرتا ہے کہ وہ اہل بیتؑ سے محبت کریں، انکو دوست رکھیں، ان کا احترام کریں۔ امام حسنؑ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح نورانی شمع کے مانند فروزاں تھے۔

امام و رہبر کی حیثیت سے آپ کی اعلیٰ شخصیت کسی پر بھی پوشیدہ و چھپی ہوئی نہ تھی بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ سبھی آنحضرت کے مقام سے متعلق علم و آگاہی رکھتے تھے۔ آپ دانشمندوں کے استاد، عابدوں کے رہبر اور حکومت مخالف سیاسی گروہ کے راہنما تھے۔ یہاں تک کہ محبت و الفت کی شدت سے روحیں آپؑ کی طرف پرواز کرتی تھیں۔ اور یہ سب اس ماحول میں تھا جہاں وحشت و خوف نے بسیرا کر رکھا تھا۔ اور اہل بیتؑ، امام اور آپ کے اصحاب کی دشمنی سیاسی شکل میں جاری تھی اور حکام ان حضراتؑ پر مسلط تھے انکو قید میں

ڈالتے تھے لیکن ہر طرح کے شکنجوں اور اذیتوں کے باوجود آنحضرتؑ کے زمانہ کے خلفاء آپ کے خورشید وجود پر پردہ نہ ڈال سکے اور نہ ہی آپ کے سیاسی کردار، علمی شخصیت، اور اجتماعی حیثیت کو محدود کر سکے بلکہ خود امام نے اپنے سیاسی حریفوں، دشمنوں، اور حکام وقت پر اپنے کو مسلط کر دیا تھا۔

احمد بن عبداللہ بن خاقان جو کہ امام حسن عسکریؑ کا ایک دشمن تھا اس نے امام حسن عسکریؑ کے مقام و منزلت اور آپکی سیاسی و سماجی حیثیت کی مکمل تصویر بیان کی ہے جسکا مختصر حصہ ذیل میں ملاحظہ ہو۔

"رویٰ عن ابن شهر آشوب، قال، الحسین بن محمد الاشعری و محمد بن علی جری ذکر العلویه عنداحمد بن عبدالله بن خاقان بقم و کان ناصبیاً شدید العداوة لآل علیٰ فقال، ما رایت منهم مثل الحسن بن علی بن محمد بن الرضا، جاء و دخل حجابه علیٰ ابی فقال، ابو محمد بن الرضا بالباب فزجرهم الاذن و استقبله ثم اجلسه علیٰ مصلاه و جعل یکلمه و یفدیه بنفسه، فلما قام شیعه فسئلت ابی عنه فقال: یا بنی ذاک امام الرافضه و لو زالت الخلافة عن بنی العباس ما استحقها احد عن بنی هاشم غیره، لفضله و عفافه و صومه و صلاته و صیانته و زهده و جمیع اخلاقه و لقد کنت اسئل عنه دائماً فکانوا یعظمونه و یذکرون له کرامات و قال، ما رایت انقع طرفاً و لا اغض طرفاً و لا اعف لساناً و کفامن الحسن العسکری"۔

ابن شہر آشوب، حسین بن محمد اشعری اور محمد بن علی سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شہر قم میں احمد بن عبداللہ بن خاقان کے سامنے علویوں

کے متعلق بات نکلی۔ احمد بن عبداللہ جو کہ ناصبی(آل علیؑ کا سخت ترین دشمن) تھا کہنے لگا میں نے کسی بھی علوی کو حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ (یعنی امام حسن عسکریؑ) کی طرح نہیں دیکھا۔ ایک روز میرے باپ کا دربان آیا اور کہنے لگا: ابو محمد بن الرضاؑ (امام حسن عسکریؑ) دروازے کے باہر ہیں۔ میرے باپ نے فوراً بلانے کو کہا اور آپؑ کا استقبال کیا اپنے مصلے پر بٹھایا اور آپ سے گفتگو میں مشغول ہوگئے۔ گفتگو کے درمیان "میں آپ پر قربان جاؤں" جیسے جملے گاہ گاہ استعمال کرتے رہے۔ جس وقت آپ چلنے کیلئے اٹھے تو تھوڑی دور تک آپ کی ہمراہی کی۔ ہم نے اپنے باپ سے ان کے متعلق سوال کیا تو میرے باپ نے کہا: یہ شیعوں کے امام ہیں اگر بنی عباس کی خلافت کو زوال آجائے تو بنی ہاشم میں خلافت کیلئے ان سے بہتر کوئی اور نہیں ہے۔ جو فضائل و عفت، نماز، روزہ، زہد اور اخلاق و کردار، آپ کے اندر مشاہدہ کیے جاتے ہیں انھیں کے باعث میں اپنے سوالات آپ سے کرتا ہوں بنی ہاشم آپؑ کا احترام کرتے ہیں آپؑ کی کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ میرے باپ مزید کہتے ہیں کہ: ہم نے کسی کو بھی علم و ادب، محبوبیت، اور عفت کلام و پاکیزگی میں آپ سے بہتر نہیں پایا (یعنی آپؑ ان صفات میں سب سے بہتر ہیں)

آپؑ کی بزرگ شخصیت، سیاسی حیثیت اور اس زمانہ کا سب سے بڑا سیاسی مخالف ہونے کی وجہ سے حکومت وقت نے آپ کو اجباری سکونت پر

مجبور کر دیا اور وہ اس طرح کہ ہر دوشنبہ اور پنجشبہ کو دارالخلافہ میں حاضر ہونے پر مجبور کیا گیا امام کا ایک خادم جو امام کے دارالخلافہ میں حاضر ہونے کے وقت ہمیشہ ساتھ رہتا تھا۔ آپ کی حاضری کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہتا ہے:
میرے استاد یعنی امام حسن عسکریؑ نہایت ہی نیک علوی تھے۔ میں نے انکی طرح کسی کو بھی نہیں پایا وہ ہر دوشنبہ اور پنجشبہ کو دارالخلافہ جاتے اور جس وقت آپ دارالخلافہ جانے کیلئے نکلتے تو اس سے پہلے راستہ پر لوگوں کی بھیڑ جمع ہوجاتی راستہ اونٹ، گھوڑے، حیوانات کے شور و غل سے بھر جاتا اتنی جگہ نہ بچتی کہ کوئی راہ چل سکے یا انمیں داخل ہو سکے۔ لیکن جس وقت میرے استاد تشریف لاتے تو بالکل سکوت چھا جاتا حتی گھوڑوں اور گدھوں کی بھی آواز نہ آتی حیوانات ایک طرف ہوجاتے تاکہ راستہ کھل جائے اور امام وارد ہو جاتے اور جس وقت امام دارالخلافہ سے خارج ہونا چاہتے تو دربان بلند آواز میں کہتے کہ ابو محمدؑ کی سواری کو حاضر کرو۔ لوگ اس وقت سکوت اختیار کر لیتے گھوڑوں کی ہنہناہٹ بند ہو جاتی حیوانات ایک طرف ہوجاتے تاکہ امام سوار ہوں اور تشریف لے جائیں۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۴ ص ۴۳۴)۔

علی بن ابراہیم جو کہ امام کے صحابی تھے وہ بھی امام کے دارالخلافہ جانے (جسکے لئے حکومت وقت نے مجبور کر رکھا تھا) بطور منظم سوار ہونے اور رعب و وحشت کے ساتھ گزرتے جسکی نگرانی بھی ہوتی تھی کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: ہم محلہ لشکر میں اکٹھا تھے اور امام کا انتظار کر

رہے تھے کہ اتنے میں ہمارے لیے امام کی ایک تحریر آئی جسمیں لکھا ہوا تھا "خبردار! تم میں سے کوئی بھی ہمکو سلام نہ کرے، ہاتھ سے اشارہ نہ کرے، اس لئے کہ اسکی جان محفوظ نہ ہوگی (بحارالانوار ج ۵۰ ص ۲۶۹)۔

عبداللہ بن خاقان بھی امام کی سماجی حیثیت لوگوں کی آپ سے وابستگی اور آپ کے احترام کے متعلق کچھ اس طرح بیان کرتا ہے۔ جس وقت آپ کی رحلت کی خبر عام ہوئی شہر سامراء گریہ و بکا سے بھر گیا بازار بند ہوگئے بنی ہاشم، سر برآوردہ افراد، قلم کار، قضات بلکہ عوام کے سبھی طبقوں نے آپ کی تشیع جنازہ میں شرکت کی۔ سامراء کے لئے وہ دن قیامت کے مانند تھا۔

ان روایات و تاریخی اسناد نے امام کی معاشرتی و سیاسی شخصیت کو اچھی طرح مجسم کیا ہے اور آپکی ہر دلعزیز شخصیت، آپ سے عوام کی محبت، اسی طرح آپ کی لوگوں کے مختلف طبقوں سے محبت کے متعلق بیان کیا ہے۔ جبکہ پرچم حکومت اور اس کے ظالم عمال کی طرف سے خوف و دشمنی، ترس و ہراس ویسے ہی پھیلا ہوا تھا۔

امام حسن عسکریؑ کی عبادت

اہل بیت علیہم السلام وہ پاک و طاہر ہستیاں ہیں کہ جن سے خدا نے ہر طرح کی نجاست و کثافت کو دور کیا ہے اور یہ علم و عمل زہد و عبادت اور اخلاق حسنہ میں امت مسلمہ کیلئے رہبر ہیں اور یہ بات قطعی واضح ہے کہ امامت کو قوت بخشنے والا عنصر صرف خدا سے وابستگی اور اس سے خلوص ہے۔

چنانچہ انسان کی زندگی میں اخلاص کی سب سے واضح نشانی پرستش و عبادت نیز الٰہی احکام کی اطاعت کے علاوہ ہمہ وقت اور ہر حال میں اسکی طرف متوجہ رہنا ہے۔

جو بھی پیشوایان اہل بیتؑ کی سیرت کا مطالعہ اور اس کا تجزیہ کریگا وہ اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ یہ حضراتؑ تقویٰ، پارسائی، عبادت اور استقلال میں اعلیٰ انسانی شخصیت کا نمونہ ہیں انکی کوشش و دعوت سوائے توحید، عبادت خدا، ہدایت اور اصلاح کی راہ میں بشریت کی رہبری کے کچھ اور نہ تھی۔

تاریخ نے امام حسن عسکریؑ کی عبادت کے متعلق بھی بیان کیا ہے اور

بالکل اسی طرح جیسے آپ کے آباء و اجدادؑ کی عبادت کے متعلق بیان کرتی ہے۔

البتہ انسان کی زندگی کیلئے سب سے روشن کارآمد اور مفید وہ روایات ہیں جو زندان میں امامؑ کی عبادت کی تصویر کشی کرتی ہیں۔ اور انھیں روایات سے آپ کے جد بزرگوارامام موسیٰ کاظمؑ کی زندان ہارون (عباسی خلیفہ) میں دلخراش اوردل ہلا دینے والی حالت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے کہ امامؑ نے وہاں کئی سال عبادت خدا میں گذارے تھے۔

ساتویں امام، موسی کاظمؑ اپنی قید کے متعلق بغیر کسی گلہ شکوہ کے فرماتے ہیں "میں نے تو خدا سے خلوت چاہی تھی تاکہ اسکی عبادت کروں اور خدا نے میری دعا مستجاب کر لی" امام حسن عسکریؑ کے دشمنوں نے بھی کوشش کی کہ آپ کو سختیوں میں رکھیں چنانچہ نہایت دشوار حالات پیدا کر دیئے لیکن آنحضرتؑ اس کے برعکس صابر و شاکر رہے اور اپنے بنیادی اصول سے پیچھے نہیں ہٹے آپ نفس مطمئنہ کے حامل تھے اور آپ کی فکر میں اضطراب و وحشت کو کبھی بھی جگہ نہ ملی آپؑ قیادت کا کردار ادا کرتے رہے اور عظیم اعتقادی ذمہ داری سے پیچھے نہ ہٹے۔ تاریخ ان اخبار و روایات سے بھری ہوئی ہے جو امام کی عبادت پرہیزگاری اور تقویٰ کو بیان کرتی ہیں۔ ہم ان میں سے کچھ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن خاقان جو کہ امام حسن کا دشمن تھا، اپنے بیٹے احمد کے

سامنے امام کی توصیف کرتے ہوئے یوں کہتا ہے : اگر بنی عباس کی حکومت کو زوال آجائے تو خلافت کیلئے بنی ہاشم میں امام حسن عسکریؑ سے بہتر کوئی اور نہیں ۔ اور یہ اس فضل ، بزرگواری پاکدامنی، روزہ، نماز، پارسائی، اخلاق، علم اور بردباری کی وجہ سے ہے جس کو آپ میں مشاہدہ کیا جا سکتا تھا (نورالابصار۔ طبع مجلد، ص ۲۴۷ ۔ مناقب آل ابی طالبؑ، ج ۴، ص ۴۳۳)۔

۲۔ محمد شاکری کہتے ہیں ۔ امام حسنؑ محراب عبادت میں بیٹھتے اور سجدہ میں جاتے اور جب میں سو کر بیدار ہوتا تو آپؑ کو سجدہ کی ہی حالت میں پاتا (سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۲۶۰)۔

۳۔ ابوہاشم داؤد کہتے ہیں : امام حسن عسکری قید خانہ میں روزہ رکھتے اور جب افطار کرتے تو ہمکو بھی اسی غذا میں سے کھلاتے جسے آپ کا غلام مہر شدہ ظرف میں لایا کرتا (فصول المہمہ فی احوال الائمہ، ص ۲۸۶،۲۸۷ ۔ اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ طبع سنہ ۱۹۷۹، ص ۳۵۳)۔

۴۔ محمد بن اسماعیل کہتے ہیں : قید خانہ میں امام حسن عسکریؑ دن میں روزہ رکھتے اور شب عبادت میں بسر کرتے اور سوائے یاد خدا کے نہ کوئی کام کرتے اور نہ کلام (اعیان الشیعہ ج ۲ طبع ۱۳۸۴ھ ص ۴۱ ۔ اثبات الوصیہ ص ۲۵۴)۔

۵ ۔ شیخ مفید بعض اصحاب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں : امام حسن عسکریؑ کو نحریر (خلیفہ عباسی کا مخصوص غلام) کے حوالہ کیا گیا وہ آنحضرتؑ پر سختی کرتا تھا اور تکلیف دیتا تھا ۔ اسکی بیوی نے اس سے کہا خدا سے ڈر تجھے

نہیں معلوم کون شخص گھر میں ہے؟ پھر حضرت کی عبادت اور آپ کے نیک اعمال کے متعلق اسکو بتایا اور کہنے لگی ان کے بارے میں تجھ سے خوف زدہ ہوں (ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۳۲۰)۔

۲۔ کلینیؒ نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے جو امام کی عبادت و پارسائی کی حکایت کرتی ہے گویا حقیقت یہ ہے امام حسن عسکریؑ قید خانہ کے اندر اپنا سارا وقت عبادت، یاد خدا اور اسکی طرف توجہ میں گذراتے تھے جس کی وجہ سے قید خانہ میں اذیت و شکنجہ دینے پر مامور افراد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔

جی ہاں! آنحضرتؑ آفتاب فروزاں تھے اور اپنے پیروؤں کو اپنی بے شمار کرنوں سے منور کرتے تھے ایسے پھلدار شجر تھے جو باغبان کو بھی پھل دیتا ہے اور پتھر مارنے والے کو بھی۔ روایت اس طرح ہے: بنی عباس صالح بن وصیف کے پاس آئے اور صالح بن علی بھی کچھ دیگر گمراہ افراد کے ساتھ اس کے پاس آیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب امام حسن عسکریؑ، صالح بن وصیف کی قید میں تھے۔ آئی ہوئی جماعت نے صالح بن وصیف سے کہا امام کے اوپر سختی کر اور قطعی رحم سے کام نہ لے۔ صالح کہنے لگا، میں نے دو بدترین افراد کو آپ پر مامور کیا تھا لیکن وہ دونوں عبادت، نماز اور روزہ میں اعلی درجہ پر پہنچ گئے۔ پھر صالح نے حکم دیا اور وہ دونوں لائے گئے۔ صالح ان سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا، تم پر وائے ہو، تمہیں اس شخص (امام حسن عسکریؑ)

نے کیا کر دیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اس شخص کے متعلق کیا کہیں جو دن میں روزہ رکھتا ہے، پوری رات عبادت خدا میں بیدار رہتا ہے اور سوائے عبادت کے نہ کوئی کام کرتا نہ کلام. جس وقت ہماری طرف نگاہ اٹھاتا ہے ہم پر سر سے لیکر پیر تک لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور ہم بے اختیار ہو جاتے ہیں. جس وقت عباسی جماعت نے یہ سنا تو سر جھکا لیا اور اپنے اصرار سے باز آگئے.

مورخوں اور راویوں کے اظہارات کا یہ نہایت مختصر ساحصہ تھا. جو امام کی عبادت، مادیات سے آپ کی علیحدگی اور عباسی ظالم حکام کے قیدخانہ ظلم میں خدا سے آپ کے ارتباط کو منعکس کرتا ہے. اور یہ انعکاس اگر چہ آپ کی زندگی کے مختصر اور معمولی سے دریچہ کو کھولتا ہے لیکن ہمکو سخت و بدتر اور مشکل ترین حالات میں بھی صبر و استقلال اور خدا کی طرف توجہ کرنا سکھاتا ہے.

امام حسن عسکریؑ اور سیاسی حالات

مقدمہ

عباسی حکام نے اپنی حکومت کے درمیان جس سیاست کو اختیار کر رکھا تھا وہ زور و زبردستی اور عام مخالفین خصوصاً علویوں کے درمیان خوف و ہراس پھیلانے والی سیاست تھی اور ابی جعفــر منصور دوانیقی (جس نے امام جعفر صادق کے مقابل اس قسم کی سیاست اختیار کی تھی) سے لیکر معتمد (جو کہ امام حسن عسکریؑ کا ہم عصر تھا) کے زمانہ یعنی ۱۳۶ سے ۲۶۰ ہجری تک یہی سیاست حاکم رہی۔

عباسی حکومت اہم اور حساس منصب پر قبضہ جمانے کیلئے داخلی سطح پر ہونے والی مڈبھیڑ سے کبھی بھی محفوظ نہ تھی لہذا جیسے ہی عباسیوں اور علویوں کے درمیان آتش اختلاف سیاسی و فکری پروپگنڈے کی صورت میں بھڑکتی اور مسلحانہ و خونی شکل اختیار کر جاتی۔ خود خاندان بنی عباس کا اختلاف اپنے اوج پر پہنچ جاتا۔ اور خطرناک انتقام، قتل اور بدلہ پر تمام ہوتا۔ عباسیوں کے

درمیان اس قسم کی مڈبھیڑ ہمیشہ ہوا کرتی اس لئے یہ ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

عباسی حکومت میں سیاسی اخلاق کا خاتمہ ہو گیا اور اسلامی حکومت و خلافت کا موروثی مال کی طرح معاملہ کیا جانے لگا. عباسیوں نے حکومت کو ترکہ بنالیا اور بیٹا باپ کی موت کے بعد حکومت ارث میں ویسے ہی پانے لگا جیسے دیگر مالی و میراثی حقوق پاتا تھا اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلامی سماج میں اس نظریہ کی بدعت بنی امیہ نے شروع کی. بنی امیہ نے امام حسن مجتبیٰؑ سے زبردستی و طاقت کی بنیاد پر حکومت حاصل کی گر چہ امام حسنؑ نے انکو مجبور کیا کہ ایک قدم پیچھے آئیں اور اسلامی خلافت کو موروثی بنانے سے باز رہیں. یعنی معاویہ بن سفیان کی موت کے بعد خلافت شوریٰ کے حوالہ کردیں جیسا کہ صلحنامہ میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے.

لیکن معاویہ نے اپنے کسی قول و قرار کی پرواہ نہ کی اور اپنے کو حکومت اسلامی کا مطلق العنان بادشاہ سمجھا اور خلافت کو موروثی بنا ڈالا چنانچہ اس کے بعد آنے والے عباسیوں نے بھی اس سنت خبیثہ پر عمل کیا.

بنی عباس کی پوری تاریخ حکومت، تخت و تاج، اور خلافت کی خاطر باپ بیٹے، بھائی بھائی کے درمیان چپقلش اور خونی جھگڑے کی گواہی دیتی ہے.

امین اور اس کے بھائی مامون کے درمیان اختلاف حکومت کی خاطر ہوا جسمیں امین قتل ہوا اور اسکا سر طلائی طشت میں رکھکر اس کے بھائی مامون

کے پاس بھیجا گیا۔

اسی طرح منتصر اپنے باپ متوکل کو ٹھکانے لگانے میں شریک رہا اور اس کے بعد حکومت ہتھیالی منتصر نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ خلافت کے حصول کے بعد اپنے دونوں بھائی معتز اور مؤید کو حکومت سے معزول کردیا جبکہ متوکل نے منتصر کے بعد ان دونوں کو یکے بعد دیگرے اپنا ولی عہد بنایا تھا۔

مستعین عباسی نے دباؤ کی وجہ سے مجبور ہوکر ۲۵۲ھ میں خلافت سے خود ہی استعفاء دیا اور حکومت سے کنارہ کش ہوگیا (مزید معلومات کیلئے تاریخ یعقوبی ج ۲ کا مطالعہ کریں)۔

ایسے سیاسی و اخلاقی حالات میں رہبران اہل بیتؑ نے اپنا کردار نہایت ہی بہترین انداز میں نبھایا۔ یعنی امت کے خود ساختہ رہبروں، حاکموں، لٹیرے حکمرانوں اور انکی خراب کاریوں کی بھرپور مخالفت کی۔

عباسی خاندان کی اس داخلی رنجش اور بگڑے ہوئے حالات نے حکومت، اس کے اقتدار و استحکام اور معاشرہ و امت کے تمام امور پر نہایت ہی برا اثر ڈالا۔

اور یہ بگڑے ہوئے حالات ہی علت بنے کہ خلافت تباہ ہو، اس کے ارکان پر کمزوری و سستی چھا جائے اور وہ بھی اس قدر شدید کہ حاشیہ نشین، وزراء حتی کنیزیں، اور غلام تک خلافت کے متعلق جری ہوگئے اور بعض نے

سر اٹھایا بعض نے حکومتی امور میں مداخلت کی اور خلیفہ کو معزول و معین کرنے لگے۔

لہذا حکومت کی راہ معین کرنا اور عوام کے اموال انکے مصالح تقدیر کو بازیچہ بنانا آسان ہو گیا اور بنایا بھی گیا۔

عباسی حکومت کے سیاسی حالات کی دگرگونی اور تباہی کو مزید واضح کرنے کیلئے ہم کچھ ایسے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو مورخین کے ذریعہ ہمارے ہاتھوں لگے ہیں اور ان سنگین حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔

یعقوبی کہتے ہیں، معتز کی حکومت اس درجہ کمزور ہوگئی کہ اس کے فرامین پر کوئی عمل نہیں کرتا تھا اور اصل حکومت اس کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔

(تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۵۰۴)۔

معتز کو پتہ چلا کہ اس کا غلام "بغا" نے اس کے خلاف بغاوت لی ہے اور اسے قتل کرنے کا پروگرام بنارہا ہے۔ لیکن جس وقت غلام کو معتز کے باخبر ہونے کا علم ہوا تو وہ موصل بھاگ گیا اس تصور کے ساتھ کہ ترک و دیگر لوگ اس کے ساتھ ملحق ہوجائیں گے لیکن کوئی بھی اس سے ملحق نہ ہوا۔ سرانجام ایک کشتی سے واپس آیا اور معتز کے مسلح افراد نے اسکو گرفتار کر لیا۔ جب اسکی گرفتاری کی خبر معتز کو دی تو معتز نے حکم دیا کہ اسکو قتل کر ڈالو۔ لہذا اسکو قتل کر ڈالا گیا اور اس کا گھر ویران کر دیا گیا۔ اسکے لڑکے فارس کو ۲۵۴ ھ میں مغرب شہر بدر کردیا گیا۔ اور چونکہ معتز ترکوں کے انقلاب سے

خوف زدہ تھا اس لئے جو لوگ سامراء میں تھے چاہے وہ ہاشمی ہوں یا خلفاء کی اولاد سب کو بغداد دور کر دیا تا کہ کہیں ترک انہیں سے کسی کا اغوا نہ کرلیں۔

چنانچہ صالح بن وصیف (ترک) نے احمد بن اسرائیل (معتز کا وزیر) حسن (معتز کا بیٹا اور املاک غلات کے دفتر کا مالک) اور عیسیٰ فرزند ابراہیم بن نوح و علی بن نوح پر اچانک حملہ کر کے انکو قید کر لیا اور ان کے اموال و املاک پر قبضہ کر لیا انکو مختلف شکنجے دیکر ان پر غالب آگیا۔ اور پھر ترکوں کو اکٹھا کر کے معتز کی طرف چل پڑا۔ اسے تخت سے اتار کر ایک گھر میں مقید کر دیا۔ اور اسکی معزولی کا حکم خود اس کے ہاتھوں سے لکھوالیا۔ اسکے دو دن بعد ۲۵۵ھ کو معتز نے اس دنیا سے کوچ کیا (تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۵۰۳)۔

مشہور مورخ طبری معتز کے قتل ہونے کی داستان کو اس طرح قلم بند کرتے ہیں، جس وقت صالح بن وصیف نے معتز کو معزول کر دیا تو اس کو ایسے شخص کے حوالہ کیا جو اسے شکنجہ دے۔ اس شخص نے معتز کو تین روز تک آب و دانہ نہ دیا اور جس وقت پانی طلب کیا تو دینے سے گریز کیا اس نے سخت چونے کے ذریعہ ایک تہہ خانہ بنایا اور اسمیں مقید کر کے اس کا دروازہ بند کر دیا۔ اس طرح اسکی موت واقع ہو گئی (تاریخ طبری، ج، ص، ۵۰۳)۔

اسی طرح عباسی حکومت کی کمزوری اور بگڑی ہوئی حالت کی ایک دوسری مثال نظر آتی ہے۔ مہتدی عباسی محمد بن واثق جس نے معتز کے بعد حکومت سنبھالی، اس کے متعلق یعقوبی اس طرح بیان کرتے ہیں،

صالح اور بابکیاک مہتدی پر فتحیاب ہوگئے۔
مہتدی نے ترکوں کو بر طرف کر دیا اور انکی جگہ اپنے بیٹوں کو منصوب کر دیا جب ترکوں نے یہ کیفیت دیکھی تو اس سے ڈرے اور اس پر اعتراض و تنقید کرنا شروع کر دیا۔ مہتدی نے ان کے ایک گروہ کو بلایا جن کا سردار بابکیاک تھا اور انھیں قتل کر ڈالا ترکوں نے اکٹھا ہو کر مہتدی کے خلاف بغاوت کر دی، مہتدی گردن میں قرآن لٹکائے اور ہتھیار سنبھالے انکی طرف روانہ ہوااور انکو وحشت میں ڈال دیا ان کے خون و مال کو مباح کردیا اور گھر لوٹ لئے نتیجۃً مخالف ترکوں کی تعداد بڑھ گئی اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کے پاس سے کھسکنا شروع کر دیا اور وہ تنہا رہ گیا۔ مہتدی کو بھی کئی زخم آئے تھے لذا اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔ واپسی کے وقت احمد بن جمیل (ترکوں کے ایک سردار) کے گھر ٹھہرا۔ اتنے میں کچھ دیگر ترک آپہنچے اور مہتدی کو پکڑ لیا اسے اونٹ پر سوار کیا جبکہ اس کے زخموں سے خون جاری تھا اس سے تقاضا کیا کہ خلافت سے معزولی کا اعلان کردے لیکن اس نے قبول نہ کیا اور دو دن کے بعد ۲۵۶ھ، منگل کے دن جبکہ ماہ رجب میں ۱۴ دن باقی رہ گئے تھے اس نے اس دنیا سے کوچ کیا۔ (تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۵۰۶)۔

اب جبکہ ہم عباسی حکام (جو کہ امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں تھے) کے حالات کے بعض گوشوں سے باخبر ہو چکے اور اس حساس دور میں امام اور امت اسلام کے رنج و مصائب سے بھی کچھ واقفیت ہو چکی ہے لذا یہ بھی

پتہ چل گیا کہ اس خطرناک بلا نے پورے معاشرہ کو متاثر کیا اور معیشت و امنیت و سلامتی پر بھی اثر انداز ہوئی۔

یعقوبی نے ان حالات کی تصویر اس طرح کھینچی ہے۔

جس وقت اضطراب و نگرانی میں اضافہ ہو گیا۔ شہروں سے ملنے والے ٹیکس میں تاخیر ہوئی۔ بیت المال خالی ہو گیا اور ترکوں نے سامراء کی طرف پیش قدمی کی۔ (تاریخ یعقوبی،ج ۲ص ۵۰۲)۔

عراق میں وبا پھیل گئی۔

یعقوبی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

۲۵۸ ہجری میں عراق میں وبائی مرض پھیل گیا اور اسکی وجہ سے لوگوں کا ایک گروہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔ حالت اس درجہ خطرناک تھی کہ جب کوئی گھر سے باہر جاتا تو اکثر واپسی سے پہلے ہی مرجاتا، کہا جاتا ہے بغداد میں صرف ایک روز کے اندر بارہ ہزار لوگوں نے اپنی جان سے ہاتھ دھویا۔ (تاریخ یعقوبی،ج ۲ ص ۵۱۰)۔

طبری بھی اس زمانہ کے فقر و مہنگائی سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

۲۶۰ ہجری میں تمام اسلامی شہروں میں مہنگائی نے شدت اختیار کر لی لذا نقل ہوا ہے کہ اس گرانی کی وجہ سے جو لوگ مکہ میں ساکن تھے مدینہ اور دوسرے شہروں کی طرف چلے گئے حتی وہاں کام کرنے والے بھی چلےگئے، شہر ویرانہ بن گیا۔ بغداد میں قیمتیں آسمان چھونے لگیں اور ایک کُر "جو" کی

قیمت ۱۲۰ دینار اور ایک کُر (ناپ تول کے قدیم پیمانہ، "کر" جس میں ۳۵۰ لیٹر پانی سما سکتا ہے) "گیہوں" کی قیمت ۱۵۰ دینار ہو گئی اور یہی قیمت کئی ماہ تک باقی رہی۔ (تاریخ طبری ج۸ ص۷۱)

لیکن یعقوبی نے مہنگائی کو دوسری شکل میں بیان کیا ہے۔

بغداد و سامراء میں قیمت بڑھ گئی یہاں تک کہ ہر "قفسیز" (تقریباً ۳۶ کلو کے برابر) کی قیمت ۱۰۰ درہم ہوگئی جنگ بند نہ ہوئی اور راشن ختم ہونے کے ساتھ ٹیکس میں بھی کمی آگئی۔

لیکن جس وقت امت اسلام فقر و فاقہ اور بیماری کی تکلیف سے جاں بلب تھی اور حکومت وقت کی ناکام قیادت کی مصیبت تحمل کر رہی تھی۔ اسی وقت خوبصورت کنیزیں زرق برق محلوں میں عیش و عشرت کا سامان فراہم کر رہی تھیں اور خلیفہ کے ہاتھوں جواہرات کے تحائف میں رقص میں مشغول تھیں۔

حکومت عباسی کے محل کی عیاشی، لہو و لعب اور فضول خرچی ہمارے اس دعوے کی اور واضح مثال ہے کہ خلفاء کے درمیان موجود اختلاف نظر ایک دوسرے پر زور و زبردستی کی وجہ سے یہ خبر باہر عام ہو گئی اور بیت المال مسلمین سے ان تمام عیاشیوں، فضول خرچیوں کی داستان کا کچھ حصہ لوگوں کے سامنے آگیا اور اب ہمارے سامنے ہے۔ اس کے متعلق طبری تحریر فرماتے ہیں۔

محمد بن واثق (یعنی مہتدی) کی بیعت کی جانے سے پہلے اسکی ماں مر گئی وہ مستعین کی سر پرستی میں آ گیا اور جب مستعین بھی اس دنیا سے چل بسا تو معتز نے اسکو اپنے اس محل میں منتقل کر دیا جسمیں حرم سرا تھی، جس وقت مہتدی نے خلافت سنبھالی تو اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا میری ماں تو ہے نہیں جو اس کی کنیزوں اور خادموں کیلئے بیس ملیوں جو اور گیہوں کی ضرورت ہو
(تاریخ طبری، ج، ص ۱۵۰)۔

طبری قبیحہ (وہ بے انتہا خوبصورت تھی، کہیں اس کو نظر نہ لگے اس وجہ سے لوگ اس کو قبیحہ کہتے تھے) کے متعلق جو متوکل کی کنیز اور اس کے بچہ (معتز) کی ماں تھی اس طرح بیان کرتے ہیں:

قبیحہ کی دولت بغداد میں تھی اس نے لکھا کہ اسے سامراء منتقل کر دیا جائے۔ نقل کیا گیا ہے کہ روز سہ شنبہ ماہ رمضان کی گیارہ تاریخ ۲۵۵ ہجری کو اس کے اموال میں سے پانچ لاکھ دینار سامراء پہنچ گیا۔ بغداد میں کئی دوسرے خزانے بھی ملے جو قبیحہ کے تھے۔ انکو بھی سامراء منتقل کیا گیا۔

اس میں سے کافی مقدار میں سلطان کی نذر کر دیا گیا۔ اچھا خاصہ حصہ خلافت بغداد سے وابستہ افراد (یعنی فوجی و حکومتی کارندوں اور خدمتگاروں) کو بخش دیا گیا اور ایک عرصہ تک قبیحہ کے خزانہ کا بغداد و سامراء میں لین دین ہوتا رہا۔ قبیحہ خود سامراء میں موجود تھی۔

طبری پھر نقل کرتے ہیں صالح بن وصیف نے قبیحہ کے ایسے خزانہ پر

دسترسی پیدا کی جو سونے، جواہر اور ایسے قیمتی پتھروں پر مشتمل تھا کہ جسکی قیمت معین نہیں ہو سکتی تھی صالح بن وصیف نے جس جواہر فروش کو اسکی قیمت لگانے اور اسے منتقل کرنے کیلئے مامور کیا تھا وہ کہتا ہے:

ہم گھر میں داخل ہوئے اور اس کے تہہ خانہ میں گئے ہمیں مخصوص بکسوں کے اندر کافی خزانہ ملا اسکی پہلی تقریبی قیمت جو لگائی گئی دس لاکھ دینار تھی، احمد اور اس کے ساتھیوں نے اسمیں سے ۳ لاکھ دینار کے برابر مال اٹھایا۔

ہم نے مزید تین اور بکس پائے جسمیں ایک کے اندر زمرد کے پانی پینے کے برتن تھے البتہ یہ ایسے زمرد کے تھے کہ ویسے خود متوکل کے پاس نہ تھے۔ دوسرا بکس جو نیچے تھا اسمیں "سبوبہ" کے ظرف نظر آئے جسمیں نصف پانی پینے کے تھے جن کی نظیر ہمیں دوسروں کے یہاں کیا خود متوکل کے یہاں بھی نہ ملی اور تیسرے بکس میں "کلیجی رنگ کے یاقوت" نظر آئے کہ اس جیسے یاقوت میری آنکھوں نے اس پہلے ہرگز نہ دیکھے تھے اور دنیا میں اس کا مثل ہوگا ہم خیال بھی نہیں کرتے۔ ہم نے فروخت کرنے کیلئے سب کی قیمت لگائی جو بیس لاکھ دینار سے زیادہ تھی۔

آپ کی نظروں سے جو کچھ گزرا وہ عباسی قصر خلافت کے عیش و نوش، لہو و لعب اور انکی پھکڑبازی و فضول خرچی کی ایک معمولی تصویر تھی، جس کے مقابل اس وقت اسلامی معاشرہ کی دوسری تصویر تھی جو فقیری، بیماری،

بھوک، وحشت اور خوف کی تھی۔

البتہ یہ تمام باتیں ان اخلاقی، سیاسی، انتظامی بدحالی اور ان حکومتوں پر سایہ فگن فکری مشکلات کے علاوہ تھیں۔ لذا امام حسن عسکریؑ اپنی ذمہ داری کے احساس کی بنیاد پر غاصب و جابر حکومت کی سیاست کے مقابلہ پر آگئے۔ اور آل علیؑ کے تمام انقلابوں کی ذمہ داری اپنے سرے لی تا کہ وہ مزید جرات و ہمت کے ساتھ اپنی انقلابی سرگرمیوں میں وسعت دے سکیں اور امت اسلام کو حاکم کی پیدا کردہ مشکلات اور اسکی حقارت و ذلالت سے نجات دیں۔ لذا تینوں عباسی حکومتیں جو امام کے زمانہ میں یکے بعد دیگرے آئیں (یعنی معتز، مہتدی، اور معتمد کی حکومت) امام سے بر سرپیکار رہیں اور ڈرانے، دھمکانے، قید و بند کے علاوہ سیاسی محدودیت پیدا کر کے آپ کو ضیق میں رکھا۔

امام حسن عسکریؑ اور عباسی حکومتیں

یہ واضح رہے کہ دین اسلام میں قیادت و سیاست کے امور امامت کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہیں. لذا خاندان رسالت کے تمام پیشوا یعنی امام علیؑ سے لیکر امام حسن عسکریؑ تک سبھی نے غاصب حکم وقت کے مقابل اپنی مخالفت قرآن و سنت کی طرف دعوت اور ان پر عمل کا علم اپنے دوش پر اٹھایا، فکری گمراہی اور کجروی کی شناخت کرائی اور اس سے مقابلہ کیلئے مختلف طریقہ استعمال کئے.

ہم یہاں ائمہ کی سیاسی حیثیت اور سیاسی امور میں آپ کی روش کے تجزیہ کے بعد آپ کے لائحہ عمل کو اس طرح پیش کر سکتے ہیں.

۱۔ انقلاب اور مسلحانہ جنگ، جیسا کہ امام علیؑ اور آپ کے دونوں فرزند امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے انجام دیا.

۲۔ حکام کو موعظہ و نصیحت پر تکیہ کرتے ہوئے تمام امت کو آگاہ کرنا، اور حکام سے وابستہ علماء کو متوجہ کرنا. اسلامی معاشرہ میں ظلم ختم کرنے کیلئے اقدام کرنا اور یہ ائمہ اہل بیتؑ کی وہ سیاسی روش تھی جسے انھوں

نے اپنی سیاسی مخالفت کے رکن کے بطور اختیار کر رکھا تھا۔ جو اہل بیت کی حق جو تحریک کی ترقی اور استحکام عطا کرنے کا باعث بنی۔

۳۔ آل علیؑ کے ہر انقلاب کی بھرپور حمایت، اسی طرح ان تمام انقلابوں کی پشت پناہی جو امت کے سیاسی و اجتماعی حالت میں اصلاح کی غرض سے وجود میں آئے تھے۔ جیسے توابین کا انقلاب، جناب مختار کا انقلاب، جناب زید بن علی کا انقلاب اسی طرح حسین صاحب فخؒ وغیرہ کا انقلاب،

۴۔ پس پردہ اور کبھی پوشیدہ کوششیں، ائمہ اہل بیتؑ کی "سیاسی و اعتقادی" مصروفیات اکثر پوشیدہ ہوتی تھیں خصوصاً امام موسیٰ کاظمؑ، امام محمد تقیؑ، اور امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں اس خوف و ہراس کی وجہ سے جو حکام نے پیدا کر رکھا تھا۔

امام حسن عسکریؑ اور خفیہ تشکیلات

عباسی خلفاء کی روش یہ تھی کہ وہ ائمہؑ کو مدینہ (جو کہ مرکز علم تھا) سے بغداد، سامراء، خراسان (یہ شہر انکی حکومتوں کے پایتخت رہے) منتقل کر دیتے اور اس کا مقصد یہ ہوتا کہ ائمہ حکومت اور اس کے جاسوسوں کے زیر نگرانی رہیں اور حکام انکی مصروفیات سے آگاہ رہیں۔ ساتھ ہی وہ ائمہؑ کو ان کے پیرووں اور عوامی قوت سے جدا کر سکیں۔

ہارون رشید نے اسی غرض سے امام موسی کاظمؑ کو زندان میں مقید کر دیا اور آپ اپنی شہادت تک زندان میں ہی رہے۔

عباسی حکومت نے جس طرح امام حسن عسکریؑ کے آباء کرام کو قید میں ڈالا ان پر جاسوس معین کئے ویسے ہی یہ روش امام حسن عسکریؑ تک جاری رہی یعنی تعقیب اور جاسوسوں کی نگرانی تا کہ آپ کی مصروفیات اور حرکات و سکنات پر نظر رکھی جا سکے اور فکری و سیاسی میدان میں آپکی کوشش کو کند کیا جاسکے۔

لذا امام حسن عسکریؑ انھیں وجوہات کی بنیاد پر اپنی جد و جہد کو خفیہ

اور پوشیدہ رکھتے تھے۔آپ نے اپنے پیروؤں کو منظم کیا اور خفیہ طور پر تشکیلات بنائیں اور مخفیانہ کوشش شروع کر دی اس کے بکثرت تاریخی شواہد موجود ہیں جو واضح اور روشن طور پر اس روش کی تفصیل بیان کرتے ہیں جس کے کچھ نمونے ذیل میں ملاحظہ کریں گے

۱۔ علی بن جعفر حلبی کے بیان کو اس طرح نقل کرتے ہیں کہ : ہم محلۂ عسکر میں اکٹھا تھے اور اس وقت امام حسن عسکریؑ کا انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں آپ کی جانب سے ایک نوشتہ آیا آپ نے اپنی دستخط مبارک کے ساتھ یہ تحریر فرمایا تھا :

خبردار ؛ تم میں سے کوئی مجھے سلام نہ کرے ۔ نہ ہی ہاتھ سے اشارہ کرے کیونکہ تمہاری جان محفوظ نہیں رہے گی۔

حلبی مزید کہتے ہیں : میری بغل میں ایک جوان کھڑا تھا میں نے اس سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا مدینہ میں رہتا ہوں۔ اس سے پوچھا یہاں کیا کر رہے ہو ؟ اس نے کہا امام حسن عسکریؑ کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے میں یہاں آیا ہوں تا کہ آپ کو نزدیک سے دیکھوں اور کچھ سنوں یا پھر آپ کے متعلق کوئی چیز دیکھوں جس کے ذریعہ میرے دل کو سکون حاصل ہو میں ابوذر غفاری کے فرزندوں میں سے ہوں اسی لحہ امام حسن عسکریؑ اپنے خادم کے ساتھ باہر تشریف لائے اور جب ہمارے قریب پہنچے تو میرے بغل میں کھڑے اس جوان سے مخاطب ہوئے تم غفاری ہو

جوان نے کہا: جی ہاں!

آپؑ نے فرمایا: تمہاری ماں حمدویہ کیسی ہیں؟ اس نے جواب دیا: بہتر ہیں۔

امام آگے بڑھ گئے میں نے اس جوان سے پوچھا کیا امام نے تمکو پہلے دیکھا تھا؟ اور تم انکو پہچانتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں۔

میں نے اس سے کہا کیا تمہارے لئے اتنا کافی ہے اس نے جواب دیا اس سے کم بھی بہت تھا۔ (بحار ج ۵ ص ۲۷۹)

۲۔ ابو ہاشم جعفری داؤد بن اسود (یہ امام کا حمام روشن کرتے تھے) کے بیان کو اس طرح نقل کرتے ہیں:

ایک روز میرے آقا امام حسن عسکریؑ نے مجھے آواز دی جب میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے ایک گول بڑی سی لکڑی دی جو اندر سے پر نظر آرہی تھی، پھر فرمایا اس لکڑی کو "عمری" کے پاس لے جاؤ۔ میں چل پڑا جب کچھ راستہ طے کر چکا تو مجھے راستہ میں خچر سوار ایک سقا ملا اس کے خچر نے میری راہ روک لی۔ سقا نے کہا میرے خچر سے متعرض نہ ہو میں نے اسی وقت امام کی دی ہوئی لکڑی سے خچر کو مارا جسکی وجہ سے وہ ٹوٹ گئی لیکن لکڑی کے ٹوٹے ہوئے حصہ میں کچھ خطوط نظر آئے ہم نے جلدی سے اس لکڑی کو اپنی آستین میں چھپا لیا۔ سقا مجھے آواز دیتا جاتا تھا اور ساتھ ہی امامؑ کو اور مجھے برا بھلا کہتا جا رہا تھا۔ میں منزل پر پہنچا۔ عیسیٰ (خادم) نے دروازے پر میرا

استقبال کیا اور کہنے لگا میرے مولا کہتے ہیں تم نے خچر کو کیوں مارا جو لکڑی ٹوٹی ؟ میں نے کہا میرے مولا مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کے اندر کوئی چیز بھی ہے! امامؑ نے فرمایا: کیوں ایسا کام کیا جسکی وجہ سے عذر خواہی کرنی پڑی ہوشیار رہو! دوبارہ تکرار نہیں ہونی چاہیے، جب بھی کوئی ہمیں ناسزا اور برا بھلا کہے اس سے بے توجہ ہو کر اپنے فریضہ کو انجام دو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جواب دینے لگو یا اپنے کو ظاہر کردو۔ ہم غیر مناسب شہر و ملک میں ہیں تم اپنے کام کو ہوشیاری کے ساتھ انجام دو اور تمہارے متعلق ہمیں ساری باتیں پتہ چلتی رہتی ہیں۔

۳۔ محمد بن عبدالعزیز بلخی کہتے ہیں: ایک روز صبح راہ پر بیٹھا ہوا تھا اتفاقاً دیکھا امام حسن عسکریؑ بیت الشرف سے باہر تشریف لائے اور خلیفہ کے دربار کی طرف جانے لگے۔ اسی وقت میں نے اپنے دل میں کہا اگر میں بلند آواز میں کہوں "اے لوگو! تمہارے درمیان یہ حجت خدا ہیں انکو پہچانو" تو کیا ہمکو قتل کر دیں گے؟

جب امام میرے قریب پہنچے تو اپنی انگلی کو منہ کے سامنے لا کر مجھے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اسی شب میں نے آپ سے ملاقات کی آپ نے فرمایا یا مخفی رہنا ہے یا پھر قتل ہونا ہے۔ لیکن تم ہوشیار رہو اور اپنی حفاظت کرو (کشف الغمہ، ج ۳ ص ۲۰۷ مطبوعہ بیروت)۔

۴۔ جعفر بن شریف گرگانی کہتے ہیں: ایک سال حج سے مشرف ہوا

اور سامراء میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں پہنچا. دوستوں اور شیعوں نے کچھ پیسہ دیا تھا کہ اپ کے حوالہ کردوں میں پوچھنا چاہتا تھا کہ اسے کس کے حوالہ کردوں؟ کہ امام نے فرمایا: جو امانت تمہارے پاس ہے میرے خادم "مبارک" کے حوالہ کردو۔ میں نے وہ رقم مبارک کے حوالہ کر دی اور کہا گرگان کے شیعوں نے آپ کو سلام کہا ہے. پھر خدا حافظ کہا اور باہر نکل آیا.

۵۔ سعد بن جنادہ کشی کہتے ہیں: کہ میں نے محمد بن ابراہیم وراق سمر قندی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں مناسک حج انجام دینے کی خاطر گھر سے باہر نکلا طے کیا کہ راستے میں بورق سنجانی (جو کہ امام کے محبوں اور شیعوں میں سے تھے اور تقویٰ و نیکی میں مشہور تھے) سے ملاقات کرونگا اور تجدید عہد کرونگا.

بورق نے مجھ سے کہا میں انجام حج کیلئے نکلا اور اسی سفر میں محمد بن عیسیٰ عبیدی کے پاس گیا انکو ایک فاضل استاد پایا ان کے ساتھ کچھ اور لوگ غمزدہ حالت میں بیٹھے ہوئے تھے. میں نے ان سے پوچھا کیا واقعہ ہے؟

انھوں نے جواب دیا: امام حسن عسکریؑ قید کر لئے گئے ہیں. بورق کہتے ہیں میں گیا اور اعمال حج بجا لایا اور پھر محمد بن عیسیٰ کے پاس آیا دیکھا ان پر وہ کیفیت باقی نہیں ہے۔ پوچھا کیا ہوا؟ انھوں نے جواب دیا امام رہا کر دیے گئے (بحار/ج ۵۰ ص ۲۹۹)۔

۶۔ منجملہ ان اسناد سے جو امام کی سیاسی مصروفیات کی حکایت کرتی ہیں اور آپکی منظم سیاسی تشکیلات سے پردہ گشائی کرتی ہیں وہ روایات ہیں جنکو

علامہ ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ امام حسن عسکریؑ نے اہل قم اور آبہ کیلئے اس طرح تحریر فرمایا: خداوند عالم بندوں پر جو لطف و کرم کرتا ہے ان میں سے ایک احسان یہ ہے، اس نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور تم کو توفیق دی کہ تم اس کے دین کو قبول کرو تم کو اپنی ہدایت کے ذریعہ بزرگی بخشی تمہارے اسلاف جن پر خدا کی رحمت ہو اور تمہاری اولاد جو ابھی با حیات ہیں، خدا ان کیلئے کافی ہو اور انھیں اپنی طاعت و بندگی کیلئے طول عمر عنایت فرمائے، ان دونوں کے دلوں میں اہل بیتؑ کی محبت و دیعت کی۔ تمہارے اسلاف نے صداقت و ہدایت کی حقیقی راہ طے کی اور نجات پانے والوں کی منزل پر پہنچ گئے۔ انھوں نے جو سودمند چیزیں اکٹھا کی تھیں انھیں اس کا فائدہ حاصل ہوا۔ اور پہلے کی بھیجی ہوئی نیکیوں سے سرفراز ہوئے (مناقب آل ابی طالب، ج ۴ ص ۴۲۵)۔

۷۔ کشی نے اپنی رجال میں نقل کیا ہے: ابن بلال پر لعن سے متعلق ایک نسخہ قاسم بن علا کے ہاتھ لگ گیا جس کے شروع میں امام نے عراق میں اپنے کارگزاروں کو اس طرح تحریر فرمایا تھا "احذروا الصوفی المتصنع" اس مصنوعی اور دکھاوئی صوفی سے پرہیز کرو۔ (رجال کشی، ص ۴۴۹، ۴۵۰)۔

۸۔ ابوالادیان سے نقل ہے: میں امام حسن عسکریؑ کا خادم تھا اور آپکے خطوط لیکر مختلف شہروں کو جاتا تھا۔ آپ کی علالت کے وقت آپ کے گھر گیا (البتہ آپ نے اسی علالت میں شہادت پائی) آپ نے میرے سامنے ایک خط

لکھا اور کہا اسے مدائن لے جاؤ

۹۔ علامہ ابن شہر آشوب امام حسن عسکریؑ کے نمائندوں اور وکلاء کے متعلق کہتے ہیں: امام حسن عسکریؑ کے من جملہ مورد اطمینان افراد میں علی بن جعفر (یہ امام علی نقیؑ کے بھی مورد اعتماد تھے) ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری (انھوں نے پانچ اماموں سے ملاقات کی ہے) داؤد بن ابی یزید نیشابوری، محمد بن علی بن بلال، عبداللہ بن جعفر حمیری قمی، ابو عمر، عثمان بن سعید عمری، زیات، سمان، اسحاق ابن ربیع کوفی، ابوالقاسم جابر بن یزید فارسی اور ابراہیم بن عبدہ جو ابراہیم نیشابوری کے فرزند تھے۔

اسی طرح محمد بن احمد بن جعفر اور جعفر بن سہیل صیقل بھی آپ کے وکلاء میں سے ہیں۔ انھوں نے آپ کے فرزند حجت خدا حضرت مہدی (عج) کی زیارت بھی کی ہے۔

ان عبارتوں پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امام کے پیرو دنیا کے ہر گوشہ میں تھے اور اسی طرح آپ کے پاس مورد اعتماد و معتبر وکلاء و نمائندے بھی تھے جن پر آپ علمی و سیاسی تحریکوں میں اعتبار کرتے تھے۔ آپ کی انقلابی تحریک انھیں پیروان امامت اہل بیتؑ کے ذریعہ آگے بڑھتی تھی بعض گوشے جو واضح طور پر ان امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

روایت نمبر ۱۔ میں امام اپنے اصحاب سے چاہتے ہیں۔ آپ کو سلام نہ کیا جائے حتیٰ ہاتھ اور سر سے اشارہ بھی نہ کیا جائے اور اسکی علت بیان کرتے

ہیں "چونکہ تمہاری جان محفوظ نہیں ہے"۔

ان نکات کے پیش نظر اچھی طرح محسوس کیا جا سکتا ہے کہ جاسوسی کا خطرہ کس درجہ تھا۔ ایسا خوف جس کا سر چشمہ قتل اور شکنجہ تھا۔ جبکہ محبت کا اظہار ہاتھ یا سر کے اشارہ سے ہی کیوں نہ ہو اور وہ بھی ایسی نمایاں شخصیت کے متعلق جس کے مقام و منزلت سے تمام عباسی حکومتیں، سربراہان، شخصیات، دانشور حضرات کے علاوہ عوام سبھی واقف تھے اور خاندان اہل بیتؑ میں امام کے فضل و کمال، علم و معرفت، خصوصاً دین و شریعت سے متعلق آپ کے عرفان سے پوری طرح باخبر تھے۔

روایت نمبر ۲۔ اس حدیث کا سب سے روشن پہلو خفیہ اجتماع اور امامؑ کی ان سے رازدارانہ گفتگو ہے ملاحظہ ہو۔

ہم محلہ عسکر میں اکٹھا تھے، اور امام کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن اسی وقت امام کا نوشتہ ہمارے پاس پہنچا۔ خوف کے باوجود امام کے دوستوں کا اکٹھا ہونا....... آنحضرت سے ارتباط..... یہ سب ایسے نکات ہیں جو نہایت تلخ حقیقت اور سنگین حالات کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ اور حکومت مخالف جماعت کی خطرناک صورت حال اور ان مشکلات سے پردہ اٹھاتے ہیں نیز امامؑ کی سیاسی روش کو بھی بیان کرتے ہیں۔

امام حسن عسکریؑ کی جد و جہد میں سر فہرست خفیہ تشکیلات تھیں جو امامؑ اور ان کے دوستداروں کے درمیان روابط کا پتہ دیتی ہیں۔

روایت نمبر ۳ ۔ یہ روایت امام کی خفیہ تشکیلات اور امور کو پوشیدہ طور پر انجام دینے کی ایک دوسری تصویر پیش کرتی ہے۔ اس روایت کے مطابق امامؑ اپنے محب کو ہاتھ کے اشارہ سے منع کرتے ہیں اور ہم کلام ہونے سے روکتے ہیں اور اسی روز شب میں آل محمدؐ سے اظہار دوستی، انکی حمایت، اور ان سے انتساب کے خطرناک نتائج کو اس سے بیان کرتے ہیں کیونکہ اس مرحلہ میں آل محمدؐ سے نسبت اور دوستی، انسان کی زندگی کو دشوار کر دیتی ہے چنانچہ راوی کی اس عبارت "اسی شب آپ سے ملاقات ہوئی اور آپ نے مجھ سے فرمایا: پوشیدہ رکھنا ہے یا قتل ہو جانا ہے" میں خوف و ہراس واضح طور سے نظر آتا ہے۔

ایسے خوف و دہشت کے حالات میں امام حسن عسکریؑ اپنی علمی و سیاسی کوشش کو اسی طرح جاری رکھتے ہیں اور اپنے زمانہ کے حاکموں سے مقابلہ کرتے ہیں۔

یہ تاریخی اسناد جس طرح امام کے دوستوں اور چاہنے والوں کے اجتماع، انکی خفیہ تشکیلات اور امام کی پوشیدہ سعی و کوشش سے جس طرح پردہ اٹھاتے ہیں اسی طرح امام کی بلا دریغ مالی اعانت نیز پیروؤں کی جاں نثاری کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔

اسی وجہ سے اس فکری و اعتقادی جماعت کی شدت سے نگرانی کی جاتی ہے اور نمایاں افراد گرفتار کر کے جیل بھیج دیے جاتے ہیں۔

روایت نمبر ۴ ۔ میں مندرجہ ذیل نکات نظر آتے ہیں:
۔ دوستوں اور شیعوں نے کچھ پیسہ دیا تھا کہ امام کے حوالہ کروں.
اور میں نے کہا کہ گرگان کے شیعوں نے آپ کو سلام عرض کیا ہے.
روایت نمبر ۵ ۔ میں کچھ اس طرح نظر آتا ہے:
طے کیا کہ حج کے لئے جاؤں اور اس شخص سے ملاقات کروں جو محب اہل بیتؑ، شیعہ اور ہرات کا رہنے والا ہے.
میں محمد بن عیسیٰ عبیدی کے پاس گیا، اس کے پاس کچھ لوگ غمگین حالت میں بیٹھے ہوئے تھے. کہنے لگے: امامؑ کو اسیر کر لیا گیا ہے.
روایت نمبر ۶ ۔ میں ملتا ہے:
امام حسن عسکریؑ نے قم اور آبہ کے رہنے والوں کیلئے نوشتہ بھیجا.
روایت نمبر ۷ ۔ میں نظر آتا ہے:
امام نے عراق میں اپنے کارگزاروں کو اس طرح لکھا.
روایت نمبر ۸ ۔ میں یہ مطالب ملتے ہیں:
میں امام حسن عسکریؑ کا خادم تھا.... مختلف شہروں میں آپؑ کے خطوط لے جاتا تھا.... آپؑ نے میرے سامنے ایک خط لکھا اور فرمایا اسے مدائن لے جاؤ.
روایت نمبر ۹ ۔ میں نظر آتا ہے:
اسی طرح محمد بن احمد بن جعفر، جعفر بن سہیل صیقل بھی آپ

کے وکیلوں میں ہیں۔

یہ سارے مطالب مستند اور شک و شبہ سے بری ہیں۔ اور امام حسن عسکریؑ کی علمی و سیاسی کاوشوں کو بیان کرتے ہیں نیز ان سے آپ کی خفیہ تشکیلات، پس پردہ فکری و اعتقادی مقابلہ کرنے والی تنظیم کا پتہ چلتا ہے کہ آپ اس پر وحشت ماحول اور خطرناک حالات کے باوجود اس بات پر قادر تھے کہ ظالم حکومت پر پے در پے کاری ضربیں لگائیں اور نہایت ہی حوصلہ کے ساتھ ڈٹے رہیں۔

امامؑ کے سیاسی جہاد کی ایک تصویر

امام حسن عسکریؑ نے اپنے آباء کرامؑ کی طرح سیاسی جنگ میں قدم رکھا تا کہ حاکم نظام کے ظلم و ستم کا مقابلہ کریں، خوف و ہراس کی فضا کو ختم کریں اور ظالم حکمران کو اسلامی امت و حکومت کو بازیچہ بنانے سے روکیں۔

چنانچہ یہ ائمہ معصومینؑ اسلام کے مقدس آئین کی طہارت و اصالت کو محفوظ رکھنے کے علاوہ مکتب الٰہی کی اقدار اور اصولوں کی بقا اور اس کے اہم خداداد رکن امامت و رہبری کی حفاظت کی خاطر فکری و اعتقادی جہاد میں پیش پیش ہیں۔

ان معصوم رہبروں نے اس مقصد کے حصول میں بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں اور بہت ہی سنگین قیمت چکائی ہے۔

انھوں نے اسکی خاطر تہمت، افترا، قید و بند، تعقیب و گریز، جیل، اذیتیں سبھی کچھ برداشت کیا اور بالاخر اپنے فرائض کی ادائیگی کی راہ میں جان و دل کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔

یہ امام حسن عسکریؑ ہیں جو مکتب تاریخ اور معتبر روایات کے بیان

کے مطابق مقید ہوئے اور کئی مرتبہ جیل گئے۔ آپ کے قتل کی سازش کی گئی اسی طرح آپ کے اصحاب حکمرانوں کے ذریعہ اسیر و مقید کئے جاتے تھے اس مقام پر مناسبت سے کچھ روایتیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ۲۵۸ھ میں (۱) امام حسن عسکریؑ کے ساتھ ابو ہاشمؒ اور کچھ طالبیوں (۲) کو معتز (خلیفہ عباسی) نے قید کر دیا۔ (بحار، ج ۵۰ ص ۱۶۱)

۲۔ ابوہاشمؒ بن داؤد بن قاسم کہتے ہیں، میں اور حسن بن محمد عقیقی و محمد بن ابراہیم عمری، فلاں، فلاں، صالح بن وصیف احمر کے زندان میں مقید تھے انھیں دنوں امام حسن عسکریؑ اور آپ کے بھائی جعفر بھی ہمارے پاس اسی زندان میں آگئے۔ ہم لوگ امام کے گرد خدمت کی غرض سے اکٹھا ہو گئے امام کا زندان بان صالح بن وصیف تھا۔ ہمارے ساتھ زندان میں ایک اور شخص تھا جسکو جمحی کہتے تھے۔ البتہ وہ خود علوی ہونے کا مدعی تھا۔ امام حسن عسکریؑ نے ہماری طرف رخ کیا اور فرمایا اگر تمہارے درمیان غیر لوگ نہ ہوتے تو تمہیں بتاتا کہ زندان سے کب آزاد ہوگے! اسی وقت جمحی کو امامؑ نے باہر جانے کا اشارہ کیا وہ باہر چلا گیا۔ امام نے فرمایا: یہ شخص تم میں سے نہیں ہے اس لیے احتیاط کرو۔ اس نے خلیفہ کے متعلق تمہاری گفتگو کو لکھکر

---

(۱)۔ یہ تاریخی اشتباہ ہے کیونکہ معتز ۲۵۵ ہجری میں مرگیا تھا۔ شاید صحیح ۲۵۳ ہجری یا پھر معتز کی جگہ معتمد ہو

(۲)۔ طالبیوں سے مراد وہ سادات ہیں جو آل ابی طالب سے ہیں یہ لوگ یا اپنے عقیدہ کی بنیاد پر قتل ہوئے یا انکی عمر قیدخانہ میں تمام ہوئی اپنے

لباس میں چھپا رکھا ہے تا کہ خلیفہ کو بتائے۔ اسی وقت بعض لوگ اٹھے اور اس کے لباس کی تلاشی لی۔ انھیں وہ تحریر ملی جسمیں ہمارے گفتگو کے اہم حصے بطور کامل لکھے ہوئے تھے (اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ، ص ۳۵۴، مطبوعہ بیروت)۔

۳۔ اس روایت کے مطابق معتز نے امام کو اسیر کر کے قید میں ڈال دیا۔ البتہ ایک دوسری روایت کے مطابق مہتدی نے اپ کو مقید کیا۔ اور مہتدی اس کوشش میں تھا کہ آپؑ کو شہید کر کے آپ سے راحت پالے

علی بن محمد بن زیاد صیمری کی کتاب "اوصیا" میں ابوہاشم سے اس طرح نقل ہوا ہے کہ ابو ہاشم نے کہا میں مہتدی کے زندان میں امام حسن عسکریؑ کے ساتھ تھا امام نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابوہاشم یہ ظالم شخص چاہتا تھا آج کی شب اپنی اوقات بھولکر بارگاہ ربوبی میں جسارت کرے لیکن خدا نے اسکی عمر تمام کر دی اور حکومت اس کے جانشین کے ہاتھوں میں آگئی۔ میرے کوئی فرزند نہیں اور خداوند عالم نے اپنے لطف و کرم سے جلدی ہی مجھے ایک فرزند عطا کریگا۔ جب صبح ہوئی تو ترکوں نے بلوا کھڑا کر دیا اور مہتدی کے خلاف شورش کردی۔ اس خبر کو سن کر دوسرے بھی اس میں شریک ہوگئے اور مہتدی کو قتل کر ڈالا اور اسکی جگہ پر معتمد کو خلیفہ بنادیا اور اسکی بیعت کر لی۔ مہتدی امام حسن عسکریؑ کو قتل کر نا چاہتا تھا لیکن خدا نے اسکو مشغول کر دیا یہاں تک کہ وہ خود واصل جہنم ہوا ۔ اور دردناک عذاب سے دوچار ہوا

(بحار، ج ۵۰ ص ۳۰۳)۔

۴۔ مرحوم طبرسی کتاب اعلام الوریٰ میں اس طرح نقل کرتے ہیں:
احمد بن محمد کا بیان ہے جس وقت مہتدی نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو قتل کردیا تو ہم نے امام حسن عسکریؑ کو لکھا۔ میرے مولا اس خدا کی تعریف جس نے مہتدی کو مشغول کر رکھا ہے (اور آپ کی فکر میں نہیں ہے) اس لئے کہ اس نے آپؑ کے متعلق بھی دھمکی دی تھی کہ "خدا کی قسم میں امام حسن عسکریؑ کو اس زمین پر باقی نہیں چھوڑونگا" امام حسن عسکریؑ نے مجھے تحریر فرمایا "اسکی دھمکی نے اسکی عمر کو مزید کم کردیا" آج سے پانچ روز تک شمار کرو اور منتظر رہو۔ چھٹا دن جو اس پر ذلت و خواری کے ساتھ آئیگا وہ قتل کر دیا جائیگا۔ اور بالاخر وہی ہوا جو امام نے تحریر کیا تھا (اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ)۔

جس طرح مہتدی امام کے قتل کی فکر میں تھا تا کہ ان سے راحت پالے اسی طرح معتز بھی اسی فکر میں تھا حتیٰ اس نے امام کے قتل کا حکم بھی دیدیا۔ علامہ ابن شہر آشوب اس واقعہ کو اس ڈھنگ سے نقل کرتے ہیں: معتز نے سعید بن حاجب کو مشورہ دیا کہ امامؑ کو کوفہ روانہ کرے اور راستہ میں انھیں قتل کر دے۔ راوی کہتا ہے امام کا خط ہمکو ملا اسمیں تحریر تھا۔ جو کچھ تم نے سنا ہے پوشیدہ رکھو اور معتز اس کے تین روز بعد قتل کر دیا گیا (مناقب آل ابی طالب، ج ۴ ص ۴۳۲)۔

۵۔ صیمری نقل کرتے ہیں: امام حسن عسکریؑ کی والدہ امام کے متعلق

کسی حادثہ کے احتمال سے مطلع ہونے کے بعد خوفزدہ تھیں اور اپنی پریشانی کا اظہار کرتی تھیں. راوی کا بیان ہے جب ماہ صفر ۲۶۰ ہجری آیا تو وہ خاتون اکثر شہر سے باہر جاتیں اور جدید خبر معلوم کرتیں.

معتمد نے امامؑ اور آپ کے بھائی جعفر کو قید کرکے جریر کے حوالہ کردیا یہ خبر اپ کی مادر گرامی کو ملی. معتمد علی بن جریر سے ہمیشہ امام کے متعلق معلوم کرتا رہتا. وہ بھی جواب میں کہتا امام دن میں روزہ رکھتے ہیں اور شب نماز میں گذارتے ہیں (بحار ج ۵۰ ص ۳۰۳).

۶۔ اسی طرح صیمری محمودی کے بیان کو یوں نقل کرتے ہیں ، محمودی ناقل ہیں کہ جس وقت امام حسن عسکریؑ معتمد کے زندان سے باہر آئے تو دیکھا آپ نے اپنے دست مبارک سے لکھا تھا "یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم. واللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون" (صف/۸) وہ نور خدا کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھانا چاہتے ہیں لیکن خدا اپنا نور پورا کر کے رہیگا. چاہے کفار برا ہی کیوں نہ مانیں. (بحار ج ۵۰ ص ۳۱۴).

۷۔ مرحوم کلینیؒ ناقل ہیں کہ ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر نے کہا ، جس زمانہ میں امام حسن عسکریؑ صالح بن وصیف کے زندان میں تھے تو بنی عباس اور صالح بن علی کے ہمراہ کچھ دیگر گمراہ افراد صالح بن وصیف کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے امام حسن عسکریؑ کے ساتھ سختی برتو. صالح نے کہا ان کے ساتھ کیا کروں ؟ انکو دو بدترین آدمیوں کے حوالہ کیا تھا لیکن وہ

دونوں عبادت و نماز میں اعلیٰ منزل پر پہنچ گئے (بحار ج ۵۰ ص ۳۰۸)۔

۸۔ شیخ مفیدؒ ایک روایت میں اس طرح نقل کرتے ہیں: امام حسن عسکریؑ کو نحریر (عباسی خلیفہ کے خادم) کے حوالہ کیا گیا اس نے امامؑ کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا اور آپ کو اذیت و تکلیف پہنچائی۔ اسکی بیوی نے اس سے کہا خدا سے خوف کر تجھے معلوم ہے کون شخص ہمارے گھر میں ہے؟ پھر آپ کی عبادت اور نیک اعمال کی تفصیل سے اسے آگاہ کیا اور بولی ان حضرتؑ سے متعلق تیرے رویہ پر میں خائف ہوں۔ (ارشاد ج ۲ ص ۳۲۰)۔

۹۔ شیخ مفیدؒ نے محمد بن اسماعیل سے نقل کیا ہے: کہ امام حسن عسکریؑ علی بن اوتاش کے پاس قید ہوگئے۔

یہ شخص آل ابی طالبؑ سے سخت دشمنی رکھتا تھا اور بہت ہی تند خو و سخت مزاج تھا۔ علی بن اوتاش کو حکم دیا گیا کہ جس درجہ سختی کر سکتا ہے امامؑ پر سختی کرے اور انھیں آزار و اذیت پہنچائے۔ اور اس نے یہی کیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قسی القلب شخص امام کے پاس ایک روز سے زیادہ نہیں رہا لیکن اتنے میں ہی اس نے اپنا سر سجدہ میں رکھ دیا۔ اور امام کے احترام و عزت کی وجہ سے ان کے چہرہ کی طرف نگاہ تک نہیں اٹھاتا۔ امامؑ کے پاس سے اس حالت میں باہر گیا کہ آپؑ کی بے حساب معرفت پیدا کر چکا تھا۔ اور آپ کے مخلصوں اور مداحوں میں شمار کیا جانے لگا (ارشاد ج ۲ ص ۳۲۹ مطبوعہ اسلامیہ تہران)۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مذکورہ اخبار و حدیث میں امام حسن عسکریؑ کی

مشکلات و تکلیف کی ہلکی سی تصویر پیش کی گئی ہے جو ایک طرف امام کے اوپر حکمراں مشینری کی سختی کو پیش کرتی ہے تو دوسری طرف امام کے سیاسی جہاد کو بیان کرتی ہے ان حکمرانوں نے خوف و ہراس، قیدوبند، تعقیب، نظر بندی اور بالاخر قتل جیسے حربے استعمال کر کے کوشش کی کہ امام کی قیادت کے کردار اور آپؑ کی سیاسی کاوشوں کو بے اثر بنادیں جہاں یہ تمام چیزیں پتہ چلتی ہیں وہیں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ امامؑ کی طرح ان کے پیروکار بھی اسیر کئے جاتے اور قید میں ڈالے جاتے تھے اس دعوے کے اثبات کے لئے وافر تاریخی شواہد موجود ہیں۔

لیکن جہاں تاریخی اسناد اور شواہد امام کے دور کے یہ حالات پیش کرتے ہیں وہیں اور بھی بہت سے حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ عباسی حکومت اور سیاسی کارکنوں کے درمیان شدید کشمکش و اختلاف۔

۲۔ امام حسن عسکریؑ کی سیاسی تشکیلات، عوامی نقطۂ نظر سے امام کی مستحکم اور پر نفوذ قیادت اور اس سے حکومت کا خوف۔

امام حسن عسکریؑ کا علمی مکتب

امام حسن عسکریؑ کی سر فہرست اہم ذمہ داریاں مکتب اسلام کی حفاظت، اس کے حریم سے دفاع، اور اس کے حیات بخش آئین کے ساتھ اس کے اصول و اقدار کی نشر و اشاعت وغیرہ رہی ہے۔

ائمہ اہل بیتؑ نے شریعت کے علوم و معارف کی ترویج و اشاعت کرنے، خصوصاً علم و دانش کے جویا افراد کے درمیان اس کا تعارف کرانے کے علاوہ اسلامی فکر و عقیدہ کے حریم سے دفاع کی بے انتہاء فکری و عملی کوششیں کی ہیں۔

اسمیں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ ذوات مقدسہؑ امت کے درمیان مجرب استاد، دانشور اور علم و معرفت کے مصدر اور مرکز ہیں۔ شک و تردید، غلو، تجسیم، کفر و شرک، تصوف اور بالاخر ہر طرح کے چھوٹے بڑے ثقافتی حملہ کو جو اسلام کی نابودی کی غرض سے ہوئے۔ اور اسلامی مکتب کے زیر سایہ عظیم ثقافتی و سماجی انقلاب کو تباہ اور اسکی صورت کو مخدوش کرنا چاہتے تھے۔ ان سب کے مقابل یہی ائمہ معصومینؑ سینہ سپر تھے

قابل توجہ ہے کہ یہ حضراتؑ ان تمام ذمہ داریوں کے علاوہ، حدیث و تفسیر میں تحریف کرنے والوں اور فقہ و اجتہاد میں افراطی نظریات ٹھونسنے والوں سے بھی مقابلہ کرتے تھے۔

امام حسن عسکریؑ بھی اپنے آباء کرامؑ کی طرح اپنے علمی فرائض انجام دیتے تھے اور کتاب و سنت کی بنیاد پر اصل دین کو محفوظ کرتے اور مکتب اہل بیتؑ کی اشاعت کرتے۔

امام حسن عسکریؑ کا زمانہ یعنی تیسری ہجری حادثات سے پر زمانہ تھا اس وقت مختلف مکاتب فکر، فلسفی، کلامی، فقہی، اصولی، تفسیری، حدیثی اور فقہی روش کے میدان میں کافی قوی ہوگئے تھے اور مقابلہ کیلئے کافی قوت اکٹھا کر چکے تھے۔

لیکن یہ ساری فکری و ثقافتی سرگرمیاں ان حالات کے باوجود صرف چند اہم محوروں پر گھوم رہی تھیں درحقیقت چند محدود کلاسیکی مکتب و روش کے علاوہ اور کوئی مکتب فعال تھا بھی نہیں اور اس وقت اہل بیتؑ فقہ، حدیث، تفسیر، سیاست، علم کلام فلسفہ اور عرفان جیسے میدانوں میں ممتاز مکتب کے مالک تھے۔ جو بھی اہل بیتؑ کی زندگی کا مطالعہ کریگا اس پر روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ہر امامؑ اپنے زمانہ میں اس مکتب کا حامل تھا۔ اور علم و دانش کے جویا افراد کو اس کے علوم و معارف کے چشمہ سے سیراب کرتا تھا۔ اسی طرح اہل بیتؑ عقل و دانش کی مشعل اور تمام علماء و دانشوروں کیلئے

محور شمار کئے جاتے تھے سبھی اس فضل و کمال معرفت و عظمت کی بلند چوٹی کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اور ان کے احترام و اکرام سے غفلت نہیں کرتے تھے۔

امام حسن عسکریؑ کی علمی سرگرمیوں کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام نے راویوں اور شاگردوں کی تربیت کی اور انھوں نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ علوم و معارف کی تبلیغ و ترویج کی۔

۲۔ امامؑ کے خطوط، جوابات اور مختلف افراد سے گفتگو کے مجموعے

۳۔ کثیر تعداد میں وہ حدیثیں جنھیں امام نے بیان کیا وہ علوم و معارف و فتاوے جسکی امامؑ نے تبلیغ و ترویج کی۔ یہاں پر اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ کثیر تعداد میں روائی کتب، تفسیری آثار اور کلامی تحقیقات کے مولفین نے اپنی تحقیقات و تالیفات میں امامؑ سے استفادہ کیا ہے۔

امام حسن عسکریؑ کے شاگرد اور راوی

امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں بھی آپ کے آباء کرامؑ کے عہد کی طرح مکتب اہل بیتؑ علوم و معارف کی نشرو اشاعت حق کی طرف دعوت حق کا دفاع اور اپنے نور کی جلوہ افشانی کرتا تھا۔

جو اصحاب، شاگرد اور روات امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے انمیں بہت سے آپ کے والد ماجدؑ حتیٰ آپ کے جد بزرگوار کے وقت سے آل محمدؐ سے محبت رکھتے تھے اور بعض آپ کے زمانہ میں ملحق ہوئے تھے۔

ان شاگردوں، راویوں اور اصحاب نے حقائق و علوم و معارف کو امام حسن عسکریؑ سے حاصل کیا اور دوسروں تک پہنچایا۔

علم رجال اور درایت کے ماہرین ان اصحاب، روات اور مورد اطمینان افراد کے نام اور ان کے زندہ آثار (چاہے وہ علمی اصول ہوں یا تالیفات) کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں بطور مثال کتاب "رجال طوسی" جسکو حسن طوسی کے فرزند شیخ ابو محمدؒ متوفی ۴۶۰ھ نے تالیف کیا ہے اسکی مختصر سی توضیح ہم

آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

اس رجالی کتاب میں پیغمبرؐ سے روایت نقل کرنے والوں کے مکمل اسماء موجود ہیں پھر ان لوگوں کے نام ہیں جنھوں نے گیارہ ائمہ اہل بیتؑ (از امام علی تا امام حسن عسکریؑ) سے روایت نقل کی ہے اس کے علاوہ مرحلہ دوم کے راویوں کے نام بھی مذکور ہیں۔

شیخ طوسی کی کتاب میں امام حسن عسکریؑ کے سبھی راویوں کے نام دکھائی دیتے ہیں انکی تعداد ۹۹ ہے۔

ان راویوں کا درجہ علم و معرفت کے لحاظ سے مختلف تھا۔ انمیں سے باز روایت نقل کرتے تھے اور امام کے فتاوے و احکام، اسلامی مفاہیم، زبان و منطق کے ذریعہ لوگوں کو اس مکتب سے آشنا کرتے تھے۔ یہ لوگ امام کے وکلاء و راویوں کی طرح مختلف شہروں میں عمل کرتے تھے اور کچھ صرف تالیف و تحریر میں مصروف رہتے تھے۔

ہم اس جگہ ان راویوں کے متعلق بیان کریں گے جو تالیف کتاب کے ذریعہ علوم اہل بیتؑ کی نشر و اشاعت کرتے تھے۔ شاید محترم قارئین اس علمی و ترقی یافتہ مکتب سے زیادہ آگاہ ہو سکیں۔

۱۔ احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن حمدون مصنف اور ندیم ابوعبداللہ اہل لغت میں سر فہرست اور ابوعباس (جو امام حسن عسکریؑ اور امام ہادیؑ کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے تھے) کے استاد تھے احمد بن ابراہیم نے امام

حسن عسکریؑ سے روایات و مسائل نقل کئے ہیں اور کئی کتابیں بھی تحریر کی ہیں جنمیں سے کچھ کے اسماء ملاحظہ فرمائیں۔

۔ کتاب اسماء الجبال و المیاۃ و الاودیۃ

۔ کتاب بنی مر بن عوف

۔ کتاب بنی التمیر بن قاسط

۔ کتاب بنی عقیل

۔ کتاب بنی عبداللہ غطفان

۔ کتاب طی شعر العجیر السلولی و صنعۃ

اور کتاب شعر ثابت بن قطنۃ و صنعۃ (الفہرست شیخ طوسی، ص ۵۵ طبع سوم)۔

مذکورہ عبارتوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام کے شاگردوں نے علوم و معارف کے مختلف شعبوں کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ احمد بن ابراہیم ایسے بزرگ دانشور تھے کہ جنھوں نے امام کے ہاتھوں تربیت پائی اور علم نحو و لغت میں استاد تھے۔ آپ نے طبیعی و اجتماعی علوم اور جغرافیا پر تحقیقات و تالیفات کے علاوہ ادبی و شعری فنون پر بھی بہت توجہ دی ہے ان سب کے علاوہ آپ فتاوے و احادیث کے راوی تھے اور ان کے متعلق دقیق اطلاع رکھتے تھے۔

۲۔ احمد بن اسحاق بن عبداللہ بن سعد بن احوص الشعری ابو علی باعظمت شخص تھے اور امام کے خواص میں شمار کئے جاتے تھے آپ نے امام

زمانہ کی زیارت بھی کی تھی۔ اور ساتھ ہی اہل قم کے استاد اور امام و اہل قم کے درمیان رابطہ تھے۔ آپ کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کتاب علل الصلوۃ کبیر ۲۔ مسائل الرجال لابی الحسن الثالث

حسین بن عبداللہ اور ابن ابی جید نے محمد بن یحیی سے اور انھوں نے سعد بن عبداللہ بن عبداللہ سے نقل کرکے ان کتابوں کا تعارف کرایا ہے (فہرست شیخ طوسی/ص ۵۴)۔

۳۔ حسین بن شکیب مروزی جو سمرقند و کش میں رہتے تھے کئی کتابوں کے مؤلف اور کلامی دانشور تھے (رجال شیخ طوسی)۔

۴۔ داؤد بن ابوزید نیشاپور کے رہنے والے تھے اور امام کے مورد اطمینان اور صریح البیان اصحاب میں شمار کئے جاتے تھے۔ یہ بھی کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں جنکو کشی اور ندیم نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے (فہرست شیخ طوسی طبع سوم/ص ۹۸)۔

۵۔ سعد بن عبداللہ قمی آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی آپ جلیل القدر اور مورد اطمینان فرد تھے اور وسیع اختیار کے علاوہ کافی تالیفات کے مالک تھے۔ "کتاب الرحمہ" آپ کی تالیف ہے جو مؤلفین کے ایک گروہ کی کتب پر مشتمل ہے۔ آپ کی دیگر تصنیفات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

کتاب الطہارۃ۔ کتاب الصلوۃ۔ کتاب الزکوۃ۔ کتاب الصوم۔ کتاب الحج۔ کتاب جوامع الحج۔ کتاب الضیاء فی الامامۃ۔ کتاب مقالات الامامیۃ۔ کتاب مناقب

رواۃ الحدیثہ کتاب مثالب رواۃ الحدیث ۔ کوفہ اور قم کی فضیلت میں ایک کتاب ۔ عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ اور ابی طالبؑ کی فضیلت میں ایک کتاب ۔ کتاب بصائر الدرجات (یہ چار جزء میں ہے) ۔ کتاب المنتخبات (یہ تقریباً ہزار ورق میں ہے)اور جن کے متعلق آپ نے روایت کی ہے انکی ایک فہرست.

آپ کی تمام کتابوں اور نقل کی ہوئی روایتوں کے متعلق کچھ اصحاب نے ہمیں خبردی ہے اور انھوں نے بھی محمد بن علی بن حسین بابویہ سے اور انھوں نے اپنے والد اور محمد بن حسن سے اور انھوں نے رجال سعد بن عبداللہ سے نقل کیا ہے ابن بابویہ کہتے ہیں میں نے سوائے کتاب "المنتخبات" کے اور کوئی کتاب محمد بن الحسن سے نقل نہیں کی. البتہ میں نے انکی کچھ چیزیں پڑھی ہیں اور جن احادیث کو محمد بن موسی ہمدانی نے نقل کیا ہے انکی طرف اشارہ کیا ہے. اور جو کچھ "المنتخبات" میں ہے اور اس کے جو راوی مورد اطمینان شمار کئے جاتے تھے انکو نقل کیا. اور ان روایات و راویوں کی صحت کے متعلق بھی ہمیں حسین بن عبیداللہ اور ابن ابی جید نے اور انھوں نے احمد بن محمد بن یحیی سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے سعد بن عبداللہ سے نقل کرتے ہوئے ہمیں خبر دی ہے. (فہرست شیخ طوسی/ص ۱۰۲).

۶۔ صالح ابن ابی حماد، وہ بھی مصنف کتاب ہیں، شیخ طوسیؒ نے اپنی اسناد اولیہ سے احمد بن ابی عبداللہ کے ذریعہ روایت نقل کی ہے. (فہرست طوسی ۱۰۳).

۷۔ علی بن حسن بن فضال، یہ فطحی المذہب، اہل کوفہ سے مورد اطمینان ہیں، وسیع علم اور کثیر روایات و اخبار کے مالک تھے اچھی اور قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں معاند بھی نہیں ہیں. اصحاب امامیہ (اثنا عشری) سے نزدیک ہیں۔ آپ کی فقہی کتابیں اخبار سے پر ہیں. کہا جاتا ہے کہ علی بن حسن بن فضال کی تیس کتابیں ہیں انمیں سے بعض کے اسماء ذیل میں ملاحظہ ہوں:

کتاب الطب۔ کتاب الفضیلۃ کوفہ۔ کتاب الدلائل۔ کتاب المعرفہ۔ کتاب المواعظہ۔ کتاب التفسیر۔ کتاب البشارات۔ کتاب الجنۃ و النار۔ کتاب الوضوء۔ کتاب الصلوۃ۔ کتاب الحیض۔ کتاب الزکاۃ۔ کتاب الصوم۔ کتاب الرجال۔ کتاب الوصایا۔ کتاب الزھد۔ کتاب الحج۔ کتاب العقیقہ۔ کتاب الخمس۔ کتاب النکاح۔ کتاب الطلاق۔ کتاب الجنائز۔ کتاب صفات النبیؐ۔ کتاب المثالب۔ کتاب اخبار بنی اسرائیل۔ کتاب الاصفیاء۔

آپ کی تمام کتابوں کے متعلق احمد بن عبدون نے علی بن محمد بن زبیر سے نقل کرتے ہوئے ہمیں خبر دی ہے (فہرست شیخ طوسی/ص ۹۲)۔

۸۔ فضل بن شاذان نیشابوری، فقیہ، علم کلام کے ماہر اور جلیل القدر شخص تھے. آپ کی کئی تصنیف بھی ہیں جنمیں سے کچھ کے نام ملاحظہ ہوں۔

کتاب الفرائض الکبیر۔ کتاب فرائض صغیر۔ کتاب الطلاق۔ کتاب المسائل الاربعہ فی الامامۃ۔ کتاب الرد علی ابن کرام۔ کتاب المسائل و الجوابات۔ کتاب النقض علی الاسکافی فی الجسم۔ کتاب المتعتین (متعۃ النساء و متعۃ الحج) کتاب

الوعید و المسائل فی العالم و حدوثہ۔ کتاب الاعراض و الجواہر۔ کتاب العلل۔ کتاب الایمان۔ کتاب الرد علی الغلاۃ۔ کتاب تبیان اصل الضلالۃ۔ کتاب التوحید من کتب المنزلۃ الاربعۃ (یہ کتاب یزید بن بزیع خارجی کی رد میں ہے)۔ کتاب الرد علی احمد بن یحیی۔ کتاب الرد علی الاصم۔ کتاب الوعد و الوعید۔ کتاب الحسنی۔ کتاب الرد علی یمان ابن رباب الخارجی۔ کتاب النقض علی من یدعی الفلسفۃ فی التوحید و العراض و الجواہر و الجزء۔ کتاب الرد علی المثلثہ۔ کتاب المسح علی الخفین۔ کتاب الرد علی المرجئۃ۔ کتاب الرد علی الباطنیہ و القرامطہ۔ کتاب النقض علی ابی جبید فی الطلاق۔ ایک اور کتاب جسمیں ابی ثور و شافعی، اصفہانی اور دوسروں سے مختلف مسائل جمع کئے گئے ہیں جناب فضل بن شاذان کے شاگرد علی بن قتیبہ نے اس کتاب کا نام کتاب الدیباج رکھا ہے۔ اسی طرح کتاب "تنبیہ" در جبر و تشبیہ کتاب "مسائل البلدان" اور ان کے علاوہ بہت سی دوسری کتابیں ہیں جن کے نام اور مشخصات ہمارے لئے غیر معلوم ہیں۔

ابن ندیم کہتے ہیں جناب فضل بن شاذان کی مذہب اہل سنت پر بھی کتابیں ہیں بطور مثال ملاحظہ ہوں:

کتاب التفسیر۔ کتاب القرائۃ۔ کتاب السنن فی الفقہ۔ آپ کے فرزند نے بھی کچھ کتابیں تالیف کی ہیں ہمارا خیال ہے ابن ندیم نے جسکو فضل بن شاذان رازی کہا ہے وہی ہیں جن سے اہل سنت حضرات روایت نقل کرتے ہیں۔ مذکورہ کتب و اخبار کو عبداللہ مفید نے محمد بن علی بن حسین بن بابویہ

سے اور انھوں نے حمزۃ بن محمد بن علوی سے اور انھوں نے ابی نصر قنبر بن علی بن شاذان سے اور انھوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے (فہرست شیخ طوسی ؒ ص ۱۵۴)۔

۹۔ محمد بن حسن بن صفار اہل قم بھی چند کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً کتاب حسین بن سعید اور "بصائر الدرجات" کے اوپر کچھ مباحث اضافہ کئے ہیں کچھ مسائل بھی ہیں جنکو امام حسن عسکریؑ سے پوچھا ہے اور اس کا جواب حاصل کیا ہے۔

آپ کی کتابوں اور روایتوں کو ابی جید نے ابن ولید سے اور انھوں نے بذات خود بیان کیا۔ اسی طرح ایک گروہ نے ابن بابویہ سے اور انھوں نے محمد بن حسن سے انھوں نے محمد بن حسن صفار سے اور انہوں نے رجال سے نقل کرتے ہوئے ہم تک روایت کی ہے۔

البتہ ابن ولید کی روایت میں آپ کی کتاب "بصائرالدرجات" نظر نہیں آتی بلکہ اس کتاب کو حسین بن عبیداللہ نے احمد بن محمد بن یحیی سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے صفار سے روایت کی ہے

جو کچھ آپ کی نظروں سے گذاران علماء و دانشوروں کی ایک مثال ہے جنھوں نے امام حسن عسکریؑ سے روایت نقل کی ہے اور امام کی خدمت میں حاضر ہو کر شاگردی کی ہے اور آپ کے آباء کرامؑ کے ساتھ خود آپ کے مکتب میں پرورش پائی ہے یہی وہ حضراتؑ ہیں جنھوں نے علم و دانش کے

مختلف شعبہ مثلاً فقہ، تفسیر، روایت، عقائد، ادب، جغرافیہ، علوم و معارف کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

اور خود یہ حقیقت مکتب اہل بیتؑ کے دامن میں وسعت کی گواہی دیتی ہے کہ اس مکتب نے مختلف علمی شعبوں میں لائق ماہرین کی تربیت کی ہے اسی طرح یہ بات امامؑ کے علمی مقام و مرتبہ اور روحانی عظمت و منزلت کی حکایت کرتی ہے۔

امامؑ کے خطوط اور وصیتوں کے کچھ نمونے

بہت سی تاریخی اور روائی کتب نے امامؑ کے خطوط اور وصیتوں کو محفوظ رکھا ہے جسمیں آپ کے بعض اصحاب مخاطب قرار پائے ہیں ۔ اور امام نے بعض اسلامی مفاہیم و افکار کی تشریح فرمائی ہے۔ اور شرعی احکام کی وضاحت کرتے ہوئے حلال و حرام کو بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ امام نے ان کے ذریعہ اپنے مواعظ اور نصیحتوں کو شیعوں کیلئے بیان فرمایا ہے اور انکو تقوای الٰہی و عبادت خدا کی طرف دعوت دی ہے۔

علامہ ابن شہر آشوب ان خطوط میں اہم مضامین کے بعض حصوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ۲۵۵ھ ہجری میں امام حسن عسکریؑ کی جانب سے حلال و حرام کے مسائل پر مشتمل کتاب، کتاب ترجمہ "رسالہ مقنعہ" (کتاب بحارالانوار، ج ۵۰ ص ۳۱۰ میں اس کتاب کا نام "رسالہ منقبہ ذکر ہوا ہے) وجود میں آئی۔ کتاب کے شروع میں اس طرح تحریر تھا "اخبرنی [illegible]" مجھ کو علی بن محمد بن موسیٰ نے خبر دی۔

حمیری نے بھی اپنی کتاب "مکاتبات الرجال عن العسکریین" میں احکام دین کا کچھ حصہ بیان کیا ہے (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴ ص ۴۲۴)۔

منجملہ وہ چیزیں جنکی طرف امام حسن عسکریؑ اپنے اصحاب کو دعوت دیتے اور اصحاب کی تربیت میں اس کا خیال رکھتے خیر و نیکی تھی۔ امام کار خیر اور اخروی ثواب کو بیان کرتے اور اپنے شیعوں کو انھیں انجام دینے کی تشویق و ترغیب فرماتے۔ ابوہاشم کہتے ہیں کہ میں نے امام کو اس طرح فرماتے سنا:

"ان فی الجنة باباً یقال له المعروف لایدخله الا اهل المعروف فحمدت الله فی نفسی و فرحت بما اتکلف من حوائج الناس. فنظر الیّ و قال نعم قدم علی ما انت علیه فان اهل المعروف فی الدنیا اهل المعروف فی الاخرة جعلک الله منهم یا ابا هاشم و رحمک" (بحار، ج ۵۰ ص ۲۵۸)۔

بہشت میں ایک در ہے جسکو معروف کہا جاتا ہے اس در سے سوائے اہل خیر و نیکی کے کوئی داخل نہیں ہوگا۔ ابو ہاشم کہتے ہیں میں نے اپنے اپ سے کہا خدا کا شکر کہ میں لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہوں۔ اور اس پر خوشحال ہوں۔ اسی وقت امام حسن عسکریؑ نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور کہا ہاں! تم اپنے عمل کو جاری رکھو اس لئے کہ جو دنیا میں اہل معروف (نیکی) ہیں وہی آخرت میں اہل معروف (نیکی) ہیں۔ اے ابو ہاشم خدا تمکو انھیں میں قرار دے اور تم پر رحمت کرے۔

امام حسن عسکریؑ نے اپنے شیعوں اور پیروؤں کو ایک وصیت فرمائی جو

اصول تقوی، اخلاقی فضائل اور ان کے خیر و صلاح پر مشتمل ہے، ملاحظہ ہو۔

"اوصیکم بتقوی للہ۔ والورع فی دینکم۔ والاجتهاد للہ۔ و صدق الحدیث۔ اداء الامانة الی من ائتمنکم من بر او فاجر۔ و طول السجود۔ و حسن الجوار۔ فبهذا جاء محمد۔ صلوا فی عشائر هم۔ و اشهدوا جنائزهم۔ و عودوا مرضاهم۔ و ادوا حقوقهم۔ فان الرجل منکم اذا ورع فی دینه۔ و صدق فی حدیثه۔ و ادی الامانة۔ و حسن خلقه مع الناس قیل هذا شیعی۔ فیسرنی ذلک اتقوالله۔ کونوا زیناً۔ ولا تکونوا شیناً۔ جروا الینا کل مودة۔ وادفعوا عنا کل قبیح۔ فانه ما قیل فینا من حسن فنحن اهله۔ و ما قیل فینا من سوء فما نحن کذلک۔ لنا حق فی کتاب لله۔ و قرابة من رسول اللهؐ۔ و تطهیر من لله۔ لا یدعیه احد غیرنا الا کذاب۔ اکثروا ذکر لله۔ و ذکر الموت۔ و تلاوة القرآن۔ و الصلاة علی النبی۔ فان الصلاة علی رسول لله عشر حسنات احفظوا ما وصیتکم به۔ و استودعکم الله۔ و اقراء علیکم السلام" (تحف العقول، پانچواں ایڈیشن، ص ۳۶۷)۔

ترجمہ:۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں تقوائے الٰہی اختیار کرو، دین میں ورع اور خدا کیلئے سعی و کوشش کرو، گفتار میں سچے رہو، جس نے تمکو امین بنایا اسکی امانت واپس کرو چاہے وہ نیک ہو یا فاسق، سجدہ طولانی کرو، پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرو، اس لئے کہ یہ سب رسول خداؐ کا طریقہ اور انکی روش ہے، اپنے اقرباء کے ساتھ نیکی اور احسان کرو، ان کے جنازوں کی تشیع میں شرکت کرو، ان کے بیماروں کی عیادت کرو، ان کے حقوق کو ادا کرو، یاد

رکھو، تم میں سے جو بھی دین میں پارسا، گفتار میں صادق، امانتدار اور لوگوں کے درمیان خوش اخلاق ہوگا ، اسکو کہیں گے کہ یہ "شیعہ" ہے اور میں اس سے خوش ہونگا. تقوائے الٰہی اختیار کرو ، ہمارے لئے زینت بنو ، ہماری شرمندگی و بے آبروئی کا باعث نہ بنو، ہماری طرف محبتوں کو مرکوز کرو، اور ہماری جانب سے برائیوں کو دور کرو ، اس لئے کہ جس درجہ بھی ہماری طرف نیکیوں کی نسبت دی جائے ہم اس کے اہل ہیں، اور جس قدر برائیوں کی نسبت دی جائے ہم سے دور ہیں ، کتاب خدا میں ہمارا حق ہے اور ہمیں رسولؐ سے نسبت ہے ، خدا کی جانب سے ہماری طہارت کا اعلان ہے ، ہمارے سوا جو بھی اس کا دعویٰ کرے جھوٹا ہے ، کثرت سے خدا اور موت کو یاد کرو، قرآن کی تلاوت زیادہ کرو، اور خدا کے رسولؐ پر صلوات بھی کثرت سے بھیجو، اس لئے کہ ہر صلوات پر دس ثواب ہیں ، اور ہماری وصیت کو ہمیشہ یاد رکھو تمکو خدا کے حوالہ کرتا ہوں ، تم پر خدا کی سلامتی و درود ہو.

امام حسن عسکریؑ کی دوسری وصیت جو آپ کے ایک صحابی علی بن حسین بن بابویہ قمی کے نام ہے ذیل میں ملاحظہ ہو .

"اوصیک بتقوی للہ و اقام الصلوۃ . وایتاء الزکاۃ . فانہ لا تقبل الصلاۃ من مانع الزکاۃ و اوصیک بمغفرۃ الذنب . و کظم الغیظ . و صلۃ الرحم . ومواساۃ الاخوان . والسعی فی حوائجھم فی العسر و الیسر . و الحلم عند الجھل . و التفقہ فی الدین . و التثبت فی الامور . والتعاھد للقرآن . و حسن الخلق . ولامر بالمعروف .

والنھی عن المنکر ۔ قال اللہ تعالیٰ " لا خیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس" واجتناب الفواحش کلھا....

وعلیک بصلاۃ اللیل ۔ فان النبی اوصیٰ علیاً فقال ، یا علی علیک بصلاۃ اللیل ۔ علیک بصلاۃ اللیل و من استخف بصلاۃ اللیل فلیس منا ۔ فاعمل بوصیتی ۔ وامر جمیع شیعتی بما امرتک بہ ۔ حتی یعملوا علیہ ۔ و علیک بالصبر ۔ و انتظار الفرج ۔ فان النبی قال ، افضل اعمال امتی انتظار الفرج ..." (انوار البھیہ، قمی، ص ۳۴۳)۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ نماز قائم کرو، اور زکات ادا کرو، اس لئے کے جو زکات ادا نہیں کرتا اسکی نماز قبول نہ ہوگی، اسی طرح دوسروں کی غلطیوں کو معاف کردو اور غصہ پر قابو رکھو، صلہ رحم کرو اپنے بھائیوں کی مالی اعانت کرو اور راحت و مشکلات کے وقت انکی ضرورتوں کو پورا کرو، جاہلوں کے ساتھ حلم و بردباری سے کام لو، دین میں غور و فکر کرو، اپنے امور میں ثابت قدم رہو، قرآن کے پابند ہو جاؤ، نیکی کی طرف دعوت دو، برائی سے روکو، خداوند عالم فرماتا ہے انکی راز کی باتوں میں سے اکثر میں بھلائی کا نام تک نہیں، مگر ہاں جو شخص کسی کو صدقہ دینے ، اچھے کام کرنے یا لوگوں کے درمیان ملاپ کرانے کا حکم دے (نساء/۱۱۴) بالاخر تم سے چاہتا ہوں کہ ہر برے اور غلط کام سے اجتناب کرو....

نماز شب قائم کرو اس لیے کہ رسول خدا نے فرمایا ، اے علیؑ نماز شب کو ادا رکھو ، نماز شب کو قائم رکھو، کیونکہ جو بھی نماز شب کو سبک شمار کرے

ہم سے نہیں ہے، پس ہماری وصیت پر عمل کرو، جن باتوں کی تمہیں وصیت کی انکی طرف تمام شیعوں کو دعوت دو، صبر و استقامت سے کام لو اور فَرج (حجت خدا (عج) کے ظہور) کا انتظار کرو، کیونکہ رسول خداؐ نے فرمایا ہماری امت کا سب سے بہترین عمل انتظار فَرج ہے۔

امام حسن عسکریؑ نے اسطرح اپنے پیرؤوں اور شاگردوں کو اخلاقی فضائل و اسلامی وقار سے آراستہ رہنے کی تربیت فرمائی تاکہ وہ علم و زہد عبادت خدا اخلاق اور کوشش میں دوسروں کیلئے نمونہ عمل ہوں اسی طرح انمیں سیاسی شعور اجتماعی بصیرت اور فکری بیداری کو پیدا کیا اور اسمیں قوت و استحکام بخشا تاکہ انکو ایسی اسلامی شخصیت بنائیں جو مکتب اہل بیتؑ کیلئے نمونہ و مثال ہوں اور دینی مسائل میں اس مکتب کے لئے وقاراور باعث فخر بنیں۔

امامؑ کے معارف کی ایک جھلک

اعتقادی اختلاف نے امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں شدت اختیار کر لی اور بعض مقامات پر یہ اختلاف اجتماعی و سیاسی مشکلات اور خلفشار و نا امنی کا باعث بھی ہو جاتا تھا۔ اس طرح کے اعتقادی اختلاف کی ایک سب سے روشن مثال "خلقت قرآن کریم" ہے۔ جس پر ایک طویل بحث چھڑ گئی سوال یہ اٹھا کہ قرآن کریم قدیم ہے یا خدا کی مخلوق؟

اس کے متعلق کلامی مسلک رکھنے والے دانشوروں کا جواب دو متضاد محور پر گھوم رہا تھا لیکن مکتب اہل بیتؑ اس کے متعلق صراحت کے ساتھ اظہار کر رہا تھا یعنی کلام خدا حادث ہے نہ کہ قدیم دیگر مخلوقات کی طرح قرآن بھی خدا کے ذریعہ خلق ہوا اور اس دعوی پر گواہ خود قرآن کی آیت ملاحظہ ہو "مایاتیہم من ذکر من ربہم محدث الا استمعوہ و ہم یلعبون" (انبیاء/۲) جب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس کوئی نیا حکم آتا ہے تو صرف کان لگا کر سن لیتے ہیں اور پھر اسے کھیل بنا لیتے ہیں۔

اس دعوی پر دوسری دلیل بعثت انبیاءؑ کے متعلق خداوند عالم کی خبر

ہے "انا ارسلناک بالحق بشیراً و نذیراً و ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر" (فاطر/۲۴) ہم ہی نے تمکو قرآن کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا پیغمبر بنا کر بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں گذری جس کے پاس ہمارا ڈرانے والا پیغمبر نہ آیا ہو

تیسری دلیل حوادث و واقعات ہیں جو پیش آتے رہتے ہیں ان کے متعلق آیتوں کا نازل ہونا، مثلاً "قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا" (مجادلہ ۱/) اے رسولؐ جو عورت (خولہ) تم سے اپنے شوہر (اوس) کے بارے میں جھگڑتی ہے خدا نے اسکی بات سن لی ہے۔

اور اسی طرح کی دیگر آیات اس امر پر بیّن دلیل ہیں کہ قرآن حادث ہے اور کلام خدا، علم خدا سے الگ ہے۔ علم خدا اسکی ذات مقدس کی طرح قدیم ہے۔ لذا وہ غیب و ظاہر کا عالم ہے اور اس کے سامنے آئندہ و حال برابر ہے اس لحاظ سے ہر چیز کے وجود میں آنے سے پہلے وہ اس سے ویسے ہی باخبر ہے جیسے وجود میں آنے کے بعد بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ تمام موجودات اس کے علم و آگاہی و تقدیر کے دائرہ میں ہیں۔

★ امام حسن عسکریؑ کے ایک صحابی ابوہاشم نے قرآن کے حادثات یا قدیم ہونے کے متعلق امام سے سوال کیا تو امامؑ نے اس کا بہت مختصر جواب عطا فرمایا۔ ذیل میں بطور مختصر سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

ابو ہاشمؒ کہتے ہیں، ایک مدت سے میرے ذہن میں یہ بات گھوم رہی ہے

کہ قرآن حادث ہے یا قدیم؟

امام حسن عسکریؑ : اللہ ہر چیز کا خالق ہے اس کے سوا جو کچھ بھی ہے سب مخلوق ہیں (مناقب آل ابی طالب، ج ۴ ص ۴۳۷)۔

محمد بن صالح ارمنی نے آیت "لله الامر من قبل و من بعد ..." (روم/۴) کے معنی کو امام سے دریافت کیا تو امام حسن عسکریؑ نے جواب فرمایا "الامر من قبل ان یامر به و من بعد ان یامر" یعنی امر؛ خدا کے حکم دینے یا بعد میں خدا کے ہاتھ میں ہے۔ محمد بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ سے کہا یہ تو وہی خدا کا فرمان ہے جو اس صورت میں "الا له الخلق و الامر" (اعراف/۵۴) امام حسن عسکریؑ ہماری طرف دیکھ کر مسکرائے اور کہا "الا له الخلق و الامر" (مناقب آل ابی طالبؑ ج ۴ ص ۴۳۶) یعنی عالم کی خلقت و تدبیر اس کے قبضہ و ارادہ میں ہے اس طرح امام حسن عسکریؑ نے مشیت و قدرت الٰہی سے حوادث، واقعات اور خلقت کے ارتباط کو واضح کرتے ہوئے فرمایا : کوئی بھی چیز حتیٰ وجود میں آنے کے بعد بھی خدا کی قدرت و حاکمیت سے باہر نہیں ہے۔

★ جو خط سہل بن زیاد نے امامؑ کو لکھا تھا اور توحید کے متعلق سوال کیا تھا اس کے جواب میں امام نے فرمایا "سالتَ عن التوحید و هذا عنکم معزول، لله تعالی واحد، احد، صمد، لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفواً احد، خالق و لیس بمخلوق یخلق، تبارک و تعالیٰ ما یشاء من الاجسام وغیرذلک و یصور ما یشاء و لیس بمصور، جل ثناؤه و تقدست اسمائه، و تعالی ان یکون له شبیه،

ھو لاغیرہ، لیس کمثلہ شی و ھو السمیع البصیر" (الدمعۃ الساکبۃ/ج۳ ص۱۷۵، توحید صدوق/ص۱۰۴)۔

تم نے توحید کے متعلق سوال کیا، بس اتنا جان لو کہ توحید ذاتی کا جاننا تمہارے لئے لازم نہیں ہے۔ خداوند عالم ایک ہے، یگانہ ہے، بے نیاز وکامل ہے، اسکو کسی نے جنا نہیں ہے اور نہ ہی اس نے کسی کو جنا ہے، کوئی بھی اس کا کفو نہیں ہے، وہ خالق ہے نہ مخلوق، اجسام وغیرہ جو چیز بھی چاہتا ہے خلق کرتا ہے، جو تصویر بھی چاہتا ہے کھینچتا ہے مگر خود اسکی کوئی صورت نہیں ہے اس کے اسماء مقدس ہیں، اس کا کوئی مثل ہو وہ اس سے کہیں بالا ہے، وہ تنہا خالق ہے اسکی کوئی نظیر نہیں ہے وہ سننے والا اور آگاہ ہے۔

اعتقادی مسائل میں ایک مسئلہ جو بحث و مجادلہ کا باعث بنا، مسئلۂ "بداء" تھا۔ اس مسئلہ پر بحث و مباحثہ کا بہترین محور آیت شریفہ "یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب" (رعد/۳۹) خدا جسکو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اس کے پاس اصل کتاب "لوح محفوظ" ہے۔

"بداء" کی تعریف علماء نے اس طرح بیان کی ہے، مخلوقات کیلئے خدا کے علم اور قضاو قدر کو بیان کرنا جو ان سے پوشیدہ تھا۔

بعض کو یہ مسئلہ سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے وہ خیال کرتے ہیں کہ بداء پر اعتقاد یعنی خدا کے علم میں تبدیلی کا اعتقاد اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ اشیاء کی نسبت خدا کا علم کامل نہیں ہے۔ لیکن اس غلط عقیدہ کے مقابل اہل

بیتؑ نے وضاحت کی ہے کہ بداء یعنی الہی علم اور قضا و قدر کو ظاہر کرنا جو کہ مخلوقات سے پوشیدہ ہیں۔

★ امام حسن عسکریؑ نے "یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب" کے متعلق احمد بن صالح کے جواب میں اس طرح فرمایا: کیا جو چیز تھی اس کے علاوہ اور کسی چیز کو مٹاتا ہے کیا جو چیز نہیں تھی اس کے علاوہ اور کسی چیز کو برقرار کرتا ہے۔

احمد بن صالح کہتے ہیں: میں نے اپنے دل میں کہا: یہ ہشام بن حکم کے قول کے برخلاف ہے جو کہتے تھے کہ خدا کسی بھی چیز سے اس وقت آگاہ ہوتا ہے جب وہ وجود میں آجائے اس وقت امام حسن عسکریؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا خدا جبّار اور حاکم اعظم ہے اور اشیاء کے وجود میں آنے سے پہلے ان سے آگاہی رکھتا ہے۔ میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حجت خدا ہیں (بحار، ج۵۰ ص۲۵۷)۔

محمد بن ربیع شیبانی کہتے ہیں، میری ایک بت پرست سے گفتگو ہوئی اسکی دلیلوں کو سنا اور مجھے قوی بھی لگیں، اس وقت میں اہواز میں تھا۔ پھر سامراء آیا اور جب امام حسن عسکریؑ کو دیکھا تو آپ نے انگلی سے اشارہ کیا کہ خدا ایک ہے اور اسے ایک ہی مانو۔ میں اچانک غش کھا کر گر پڑا۔ (مناقب آل ابی طالب، ج۴ ص۴۳۷)۔

★ تاریخ اس بات کی بھی گواہ ہے کہ بعض افراد توحید کے عقیدہ سے

منحرف ہو گئے اور انھوں نے ائمہ کے متعلق غلو کیا اور انکو الٰہی صفات سے متصف کیا. لیکن ائمہ نے خود کو ان گمراہوں سے بری الذمہ قرار دیا اور ان پر لعنت و نفرین کی.

ادریس بن زیاد کہتے ہیں. میں اہل بیتؑ کے متعلق غلو کرتا تھا لذا میں امام حسن عسکریؑ سے ملاقات کیلئے محلہ عسکر چل پڑا، جس وقت وہاں پہنچا تو سفر کی تھکاوٹ کو دور کرنے کیلئے حمام چلا گیا. وہاں مجھ کو نیند آگئی اور اس وقت بیدار ہوا جب امام حسن عسکریؑ نے دروازہ پر دستک دی. میں امامؑ کو پہچان گیا اپنی جگہ سے اٹھا اور امام کے قدموں کو بوسہ دیا. امامؑ سوار تھے اور آپ کے خادم بھی ساتھ تھے میری امام کے ساتھ تھوڑی دیر تک ملاقات رہی.

امام نے فرمایا "یا ادریس بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ھم بامرہ یعملون" اے ادریس! وہ خدا کے معزز بندے ہیں وہ لوگ اس کے سامنے قول میں سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر چلتے ہیں. میں نے امامؑ سے کہا. مولا میرے لئے یہی کافی ہے میں اسی لئے یہاں آیا تھا. پھر امامؑ مجھ سے جدا ہوئے اور چلے گئے.

★ امام حسن عسکریؑ کے زمانہ کا مشہور فلسفی یعقوب بن اسحاق کندی عراق میں رہتا تھا. اس نے ایک کتاب لکھی اور قرآن کی طرف تناقض کی نسبت دی تھی یعقوب بن اسحاق تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اپنے آپ کو توہمات میں مشغول کر رکھا تھا. امامؑ کو اس کے کاموں کی اطلاع ملی ایک روز

کندی کا ایک شاگرد امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا. امامؑ نے اس شاگرد سے فرمایا

"اما فیکم رجل رشید یردع استاذکم الکندی عما اخذ فیہ من تشاغلہ بالقرآن"

کیا تمہارے درمیان کوئی ہوشیار شخص ہے جو کندی کو اس فعل سے روکے جسکو اس نے اختیار کر کے خود کو قرآن کے ساتھ مشغول کر رکھا ہے۔

کندی کے شاگرد نے کہا ، ہم اس کے شاگرد ہیں کیسے ممکن ہے کہ اس مورد یا دیگر موارد میں کندی پر اعتراض کریں؟

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا ، کیا تم میری کہی ہوئی باتوں کو اس تک پہنچانے کیلئے تیار ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔

امامؑ نے فرمایا " فصر الیہ و تلطف فی مؤانستہ و معونتہ علی ما ھو بسبیلہ ، فاذا وقعت الانسة فی ذلک ، فقل قد حضرتنی مسئلة استلک عنھا، فانہ یستدعی ذلک منک فقل لہ ، ان اتاک ھذا المتکلم بھذا القرآن ، ھل یجوز ان یکون مرادہ بما تکلم منہ غیر المعانی التی قد ظننتھا انک ذھبت الیھا ؟ فانہ سیقول لک، انہ من الجائز: لانہ رجل یفھم اذا سمع، فاذا اوجب ذلک فقل لہ، فما یدریک لعلہ قد اراد غیر الذی ذھبت انت الیہ، فتکون واضعاً لغیر معانیہ... "

اس کے پاس جاؤ اور اس سے مانوس ہو . اس کے ساتھ مہربانی کرو ، اور جس راہ کو اس نے اختیار کر رکھا ہے، مدد کرو اور جس وقت اس سے مانوس ہو جاؤ تو اس سے کہو، مجھے ایک مسئلہ پیش آیا کیا آپ سے سوال کروں؟ وہ تم سے کہے گا پوچھو . تو اس وقت اس سے کہو : اگر اس قرآن کو بیان کرنے والا

آپ کے پاس آئے تو کیا یہ ممکن ہے کہ جسکو آپ نے اس کا مقصود سمجھ رکھا ہے وہ اپنا مقصود کچھ اور بتائے؟ وہ تمہارے جواب میں کہے گا ہاں ممکن ہے؟

وہ ایسا ہے کہ جب کوئی چیز سنے تو سمجھ لیتا ہے، چنانچہ جب یعقوب بن اسحاق اسکو قبول کر لے تو اس سے کہنا آپ کیا خیال کرتے ہیں شاید قرآن کے نازل کرنے والے کا مقصود وہ نہ ہو جسکو آپ نے سمجھا ہے اس صورت میں آپ الفاظ کو اس کے غیر معنی میں وضع کرنے والے ہوں گے

کندی کا شاگرد کندی کے پاس پہنچا اور ان کے ساتھ امامؑ کی فرمائش کے مطابق عمل کیا اور جو مطالب امامؑ نے اسکو سمجھائے تھے اسی طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اس نے کندی سے بیان کیا۔ کندی نے کہا: اپنی بات پھر سے بیان کر۔ اس نے دوبارہ بیان کیا۔ کندی نے اسکی بات پر غور کیا، دیکھا جو کہتا ہے قابل قبول ہے۔ کیونکہ لغت میں اس طرح کا احتمال موجود ہے۔

اس وقت کندی نے اپنا سر اٹھایا اور اس سے کہا تمہیں خدا کی قسم ہے تمہیں یہ بات کس سے معلوم ہوئی؟ شاگرد نے کہا ایسے ہی میرے ذہن میں یہ بات آئی اور میں نے آپ نے بیان کر دیا!

کندی نے کہا: تم جیسا شخص ہرگز ایسی ہدایت سے سرفراز نہیں ہو سکتا تو اس سطح پر نہیں جو ایسی سمجھ و دانائی رکھتا ہو۔ لہٰذا بتاؤ یہ بات تم سے کس نے کہی؟

شاگرد نے کہا، امام حسن عسکریؑ نے مجھے اس اس طرح حکم دیا تھا۔
کندی نے کہا، ہاں! اب تم نے حقیقت بیان کی اس لئے کہ ایسے مطالب اس خاندان کے سوا اور کہیں سے صادر نہیں ہو سکتے۔ پھر کندی نے جو کچھ تالیف کیا تھا منگایا اور سب کو جلا ڈالا (مناقب آل ابی طالب، ج۴ ص۴۲۴)۔

ہاں! امام حسن عسکریؑ ایسے ہی اعلیٰ مقام اور علم و دانش کے مالک تھے اور آپ نے اپنی خاص روش اور طریقہ کے ذریعہ کندی جیسی شخصیت کو متاثر کر دیا اور اسکی منحرف فکر کو صحیح راہ عطا کر دی۔ اور اس فکری فتنہ کا سد باب کر دیا جو ظاہر ہونے کی صورت میں ممکن تھا کم از کم ایک گروہ کی گمراہی کا باعث ہوتا۔

★ اسی طرح عورت کی میراث بھی ایک فقہی اور اجتماعی مسئلہ ہے جو گذشتہ اور حال دونوں ہی مواقع میں شک کرنے والوں کے درمیان۔ بحث و مباحثہ کا مورد رہا ہے۔

امام حسن عسکریؑ نے اس مسئلہ کے متعلق سوال کرنے والے کیلئے وضاحت کی اور مسئلہ کو بطور مکمل بیان کیا حضرت کا جواب اسلامی فکر کا دفاع کرتا ہے اور قرآن کے قانونی فلسفہ کو بیان کرتا ہے آپ سے پہلے آپ کے جد بزرگوار، امام صادقؑ نے بھی ایک ملحد اور کافر کو اس مسئلہ کے متعلق توضیح دی تھی۔

فہفکی نے امام صادقؑ سے سوال کیا عورت کی میراث ایک حصہ اور مرد

کی میراث اسکی دوگنی کیوں ہے؟

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا "ان المرئۃ لیس علیھا جھاد و نفقۃ و لا علیھا معقلہ انما ذالک علی الرجال" کیونکہ جہاد اور نفقہ عورت پر واجب نہیں اسی طرح دیت بھی اس پر لاگو نہیں لیکن مرد پر یہ ساری چیزیں واجب ہیں۔

نوٹ :۔ اس نکتہ پر توجہ رکھنی چاہئے کہ مرد کا حصہ ہمیشہ عورت کے حصہ کا دوگنا نہیں ہے۔ بلکہ کبھی دونوں کا حصہ برابر ہے۔ اور کبھی مرد کا حصہ عورت کے حصہ سے کم ہے۔ مثلاً اگر کوئی مرد فوت ہوجائے اور اسکی بیٹی اور باپ، باحیات ہوں تو بیٹی کا حصہ تین چوتھائی ہوگا اور باپ کا ایک چوتھائی ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ مہر بھی عورت پرواجب نہیں ہے بلکہ مرد پر واجب ہے۔

فہفکی کہتے ہیں، میں نے دل میں کہا، ابن ابی العوجاء (امام صادقؑ کے زمانہ کے کفار میں سے تھا) نے یہی مسئلہ امام صادقؑ سے پوچھا تھا اور آنحضرتؑ نے بھی یہی جواب دیا تھا۔ امام حسن عسکریؑ نے اس وقت فرمایا "نعم ھذہ مسئلۃ ابن ابی العوجاء و الجواب منا واحد اذا کان معنی المسئلۃ واحداً واجری لآخرنا ما اجری لاولنا و اولنا و آخرنا فی العلم والامر سواء و لرسول اللہ (ص) و لامیرالمؤمنین (ع) فضلھما" (مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۴۳۴)۔

ہاں ! ابن ابی العوجاء نے بھی یہی پوچھا تھا اور ہمارا (میرا اور امام

صادقؑ) کا جواب بھی ایک ہے چونکہ سوال ایک ڈھنگ سے ہوا ہے اور جو کچھ ہم اہل بیتؑ کے آخری فرد کو ملا ہے وہی اول کو ملا ہے ہمارا اول و آخر شناخت و معرفت سعی و کوشش اور موقف کے اعتبار سے مساوی ہے اور فضیلت، علم و اعمال رسول خداؐ اور امیرالمؤمنینؑ سے متعلق ہے۔

★ ابوہاشم جعفری نے اس طرح نقل کیا ہے، میں نے امام حسن عسکریؑ کو فرماتے ہوئے سنا "من الذنوب التی لایغفر قول الرجل لیتنی لم اواخذ الا بھذا" من جملہ گناہ جو بخشے نہیں جائے گا یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کاش سوائے اس گناہ کے اور کسی گناہ کا مؤاخذہ نہ ہوتا۔

میں نے اپنے دل میں کہا یہ بہت ہی اہم ارشاد ہے اور شائستہ ہے کہ ہر شخص اپنے افعال اور اپنے نفس کا حساب کرے۔

اس وقت امام حسن عسکریؑ نے میری طرف رخ کر کے فرمایا "صدقت یا اباھاشم فالزم ما حدثک به نفسک فان الاشراک فی الناس اخفی من دبیب الذر علی الصفا فی اللیلة الظلماء او من دبیب الذر علی المسح الاسود" (مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۴۳۹) اے ابوہاشم سچ کہتے ہو جو تم نے کہا اپنے نفس کو اس کا پابند بنالو، اس لئے کہ لوگوں کے درمیان شرک کے قدم کی آواز تاریک شب میں کوہ صفا پر چیونٹی کے قدم کی آہٹ سے کہیں آہستہ ہے یا سیاہ پتھر پر چیونٹی کے چلنے سے کہیں پوشیدہ تر ہے۔

امام حسن عسکریؑ اپنے اصحاب کو خالص توحید، صدق نیت، اور تزکیہ

نفس کی طرف دعوت دیتے تھے اور شکوک، وسواس، خلاصہ جو بھی انسان کیلئے گمراہی کا باعث ہے اس سے روکتے تھے۔

اور ان سے چاہتے کہ خود اپنی طرف متوجہ رہیں۔ خود سے ہوشیار رہتے ہوئے اپنا حساب کریں۔ ہمیشہ اپنے طور طریقہ ہدف و مقصد کی جانچ کرتے رہیں اور گناہ چاہے کتنا ہی معمولی ہو اسے چھوٹا نہ سمجھیں۔

★ اسی طرح ابوہاشم کہتے ہیں کہ امام حسن عسکریؑ کو فرماتے ہوئے سنا "ان الله لیعفوا یوم القیامۃ عفواً (۱) یحیط علی العباد حتی یقول اهل الشرک، والله ربنا ما کنا مشرکین" (انعام/۲۳) خداوند عالم روز قیامت ایسی مغفرت و بخشش کرے گا کہ سب کے شامل حال ہوگی حتی مشرکین بھی کہیں گے، قسم ہے خدا کی جو ہمارا پالنے والا ہے ہم کسی کو اس کا شریک نہیں بناتے تھے

اس وقت مجھے ایک حدیث یاد آئی جسکو مکہ کے رہنے والے ایک شیعہ نے مجھ سے نقل کیا تھا۔ اس نے کہا رسول خداؐ اس آیت کو اس طرح قرائت فرماتے تھے "ان الله یغفر الذنوب جمیعاً" (زمر/۵۳) خدا تمام لوگوں کے گناہوں کو بخش دیگا۔

اس شخص نے مزید کہا حتی اس شخص کو بھی جو شرک کرے۔

میں نے اس بات کا انکار کیا اور اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا لیکن اس وقت میں فکر میں ڈوب گیا۔ امامؑ نے میری طرف توجہ دیتے ہوئے فرمایا "ان الله لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء" (نساء/۴۸) خدا اپنے

متعلق شرک کرنے والے کو معاف نہیں کرتا البتہ شرک کے علاوہ جسکو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔

پھر امام نے فرمایا: یہ بات درست نہیں ہے اور اس نے غلط نقل کیا ہے (بحار، ج ۵۰ ص ۲۵۹).

★ امامؑ کی علمی، سیاسی، تربیتی تحلیل کی ایک اور مثال جو ابوہاشم کے سوال کا جواب ہے۔

ابوہاشم کہتے ہیں: میں نے سوچا امام نے اس دعا کو تحریر فرمایا ہے "یا اسمع السامعین" میں نے بھی دعا کے لئے ہاتھ بلند کیا اور کہا "خدایا مجھے اپنے چاہنے والوں کی جماعت اور اپنے بندوں کے زمرہ میں شمار کر" اس وقت امام حسن عسکریؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "انت فی حزبہ و فی زمرتہ اذ کنت باللہ مؤمناً و لرسولہ مصدقاً و لاولیائہ عارفاً و لھم تابعاً فابشر ثم ابشر" (مناقب آل ابی طالب، ج ۴ ص ۴۳۶) تم اس کے گروہ میں ہو اور اس کے بندوں کے زمرہ میں ہو کیونکہ تم خدا کے اوپر ایمان رکھتے ہو، اس کے رسول کی تصدیق کی ہے، اس کے اولیاء کو پہچانا ہے اور انکی پیروی کی ہے پس تمہیں بشارت دیتا ہوں، تمہیں بشارت دیتا ہوں۔

امام حسن عسکریؑ خدا کی جماعت سے انتساب کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں اور بیان فرماتے ہیں کہ "حزب اللہ" کون لوگ ہیں اور جس آیت کریمہ کو بیان فرمایا "و من یتول اللہ و رسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم

الغالبو ن" (مائدہ/۵۶) جو خدا اور رسول و مؤمنین کو دوست رکھے حزب خدا میں سے ہے۔ بے شک حزب خدا کامیاب ہے

اسکی تجسیر بھی خود بیان کی: حزب اللہ سے صرف انتساب اور یہ دعا کافی نہیں ہے بلکہ اس کا لازمہ اعتقاد اور فکری و عملی رابطہ ہے جو اس انتساب کو مکمل کرتا ہے۔ لہذا جو خدا پر ایمان لائے، اسکے پیغمبرؐ کی تصدیق کرے اس کے اولیاء کے حق کو پہچانے اور انکی راہ ہدایت پر چلے تو وہ حزب اللہ میں شمار ہوگا اور کامیاب ہے۔

★ حسن بن ظریف کہتے ہیں: میں نے امام حسن عسکریؑ کو خط لکھا اور امیرالمؤمنین علی بن ابی طالبؑ کے متعلق رسول خداؐ کے ارشاد "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے بارے میں سوال کیا۔ امامؑ نے جواب میں فرمایا "اراد بذالک ان یجعلہ علماً یعرف بہ حزب اللہ عند الفرقۃ" رسول خداؐ نے اس کے ذریعہ علیؑ کو ایسا پرچم قرار دیا ہے کہ جس کی وجہ سے "حزب اللہ" دوسرے گروہوں کے درمیان پہچانے جائیں (کشف الغمہ/ج۳ص۲۱۰ طبع بیروت)۔

امامؑ کے بعض اقوال اور نصیحتیں

ہم اس جگہ حکمت، ہدایت، اخلاقی فضائل، خدا کی معرفت و اطاعت کی طرف دعوت سے متعلق امام کے بعض اقوال بیان کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو گا کہ یہ حکمت سے پُر اقوال سماجی مشکلات کے حل اور روحانی و معنوی ارتقاء کے لئے کتنے قیمتی ہیں.

امام حسن عسکریؑ ایک مختصر جملہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

۱۔ "لا تمار فیذهب بهاؤک ولا تمازح فیجترا، علیک". بحث و جدل نہ کرو کیونکہ تمہارا وقار ختم ہو جائیگا اور مزاق نہ کرو کیونکہ تمہارے سامنے لوگ جری ہو جائیں گے (تحف العقول، ص [illegible]، مطبوعہ امیر کبیر).

۲۔ "من التواضع السلام علی من تمر به و الجلوس دون شرف المجلس" (تحف العقول، ص [illegible]) مجلس میں سب کو سلام کرنا اور اپنے مقام سے نیچی جگہ پر بیٹھنا تواضع کی علامت ہے.

۳۔ "من الفواقر التی تقصم الظهر، جاران رای حسنة اخفاها و ان رای سیئة افشاها" (تحف العقول، ص [illegible]) من جملہ مصیبت جو انسان کی کمر توڑ دیتی

ہے یہ ہے کہ پڑوسی اسکی اچھائیوں کو چھپائے اور برائیوں کو بیان کرے۔

۴۔ "بئس العبد یکون ذا وجہین و ذا لسانین یطری اخاہ شاھداً و یاکلہ غائباً ان اعطی حسدہ و ان ابتلیٰ خذلہ" (تحف العقول، ص ۴۸۷)وہ بندہ کتنا برا ہے جو دو چہروں اور دو زبانوں کا مالک ہو،اپنے بھائی کے روبرو تو اسکی تعریف کرے لیکن پس پشت اس کا (غیبت کی صورت میں) گوشت کھائے اگر اس کے بھائی کو کوئی نعمت ملے تو حسد کرے اور اگر وہ مشکل میں ہو تو اسکو ذلیل کرے۔

۵۔ "الغضب مفتاح الشر" غصہ شر کی کنجی ہے (تحف العقول، ص ۴۸۷)۔

۶۔ "قلب الاحمق فی فمہ و فم الحکیم فی قلبہ" احمق کا دل اسکے منہ میں اور عقلمند کا منہ اسکے قلب میں ہوتا ہے (تحف العقول، ص ۴۸۷)۔

۷۔ "ما ترک الحق عزیز الاذل ولا اخذ بہ ذلیل الا عز" جب عزت دار نے حق کو ترک کیا تو ذلیل ہوا اور جب ذلیل نے حق کو اختیار کیا تو عزیز ہوا (تحف العقول، ص ۴۸۷)۔

۸۔ "اقل الناس راحۃ الحقود" لوگوں کے درمیان سب سے کم آرام، کینہ رکھنے والوں کو ملتا ہے (تحف العقول، ص ۴۸۷)۔

۹۔ "صدیق الجاھل، تعب" جاہل آدمی کا دوست زحمت میں رہتا ہے (تحف العقول، ص ۴۸۷)۔

۱۰۔ "جرأۃ الولد علی والدہ فی صغرہ تدعوا الی العقوق فی کبرہ" بچپن میں باپ کی نسبت بچے کی جرات اس کے بڑے ہونے کے وقت نافرمانی اور

عاق ہونے کا باعث ہوتی ہے (تحف العقول/ص ۴۸۹)۔

۱۱۔ "خیر من الحیاة ما اذا فقدته ابغضت الحیاة و شر من الموت ما اذا نزل بک احببت الموت" زندگی سے بہتر وہ چیز ہے جسکو کھو دینے کی صورت میں زندگی کا دشمن ہوجاتے ہو اور موت سے بدتر وہ چیز ہے کہ جس کے آنے کے بعد تم موت کی تمنا کرتے ہو

۱۲۔ "التواضع نعمة لا یحسد علیها" تواضع ایسی نعمت ہے جس پر کوئی حسد نہیں کرتا (تحف العقول/ص ۴۸۷)۔

۱۳۔ "لاتکرم الرجل بما یشق علیه" کسی کا بھی اس بات پر اکرام نہ کرو جو اس کیلئے ناگوار ہو (تحف العقول/ص ۴۸۷)۔

۱۴۔ "من وعظ اخاه سراً فقد زانه ومن وعظه علانیة فقد شانه" جس نے اپنے بھائی کو پوشیدہ ڈھنگ سے نصیحت کی اس نے اسے زینت بخشی اور جس نے مجمع عام میں اس کو نصیحت کی اس نے اپنے بھائی سے دشمنی کی (تحف العقول/ص ۴۸۷)۔

۱۵۔ "لیست العبادة کثرة الصیام و الصوم، انما العبادة کثرة التفکر فی امر الله" عبادت کثرت سے روزہ و نماز ادا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ امر خدا میں زیادہ غور و فکر کرنا عبادت ہے (تحف العقول/ص ۴۸۷)۔

۱۶۔ "اورع الناس من وقف عند الشبهة، اعبدالناس من اقام علی الفرائض، ازهد الناس من ترک الحرام، اشد الناس اجتهاداً من ترک الذنوب" سب سے

پارسا وہ شخص ہے جو کے موقع پر ٹھہر جائے، سب سے زیادہ عبادت گزار وہ ہے جو واجبات کو انجام دے، سب سے بڑا پرہیزگار وہ ہے جو حرام کو ترک کرے اور سب سے زیادہ کوشش کرنے والا وہ ہے جو گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے (تحف العقول، ص ۴۸۶)۔

۱۷ ۔ "ما من بلیة الا وللہ فیھا نعمة تحیط بھا" کوئی ایسی بلا نہیں جس کا احاطہ نعمت خدا نہ کیے ہو (تحف العقول، ص ۴۸۶)۔

۱۸ ۔ "انکم فی آجال منقوصة و ایام معدودة والموت یاتیہ بغتة، من یزرع خیراً یحصد غبطة ومن یزرع شراً یحصد ندامة، لکل زارع ما زرع، لا یسبق بطیئ بحظه ولا یدرک حریص مالم یقدر له، من اعطیٰ خیراً فاللہ اعطاہ، و من وقیٰ شراً فاللہ وقاہ"

تم (برابر) گھنٹے والی عمر اور محدود زمانہ گزار رہے ہو اور موت خبر کیے بغیر پہنچ جائے گی، جو کوئی نیکی بوئے گا اسکی خوشی محسوس کریگا اور جو شر بوئے گا اسکو پشیمانی ہاتھ آئیگی، آدمی جو بوئے گا وہی کاٹے گا، نہ سست رفتار اپنے حصہ سے محروم ہوگا اور نہ حریص اپنے نصیب سے زیادہ پائے گا، جسکو بھی خیر حاصل ہو خدا نے دیا ہے اور جو بھی شر سے محفوظ ہے اسے خدا نے محفوظ رکھا ہے (تحف العقول، ص ۴۸۶)۔